مئی ۲۰۱۹ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو دہلی

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے
ایک قابل اعتماد ادارہ

الهند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجئے......اور دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجئے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910

With best compliments from

ADHAM ALI

Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

جامعة الصفة ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولھواں سال مکمل کر رہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہو کر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دو سالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تا کہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کر سکیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کر سکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھرا پردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دار الاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کیے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تا کہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاءاللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپئے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمدللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں: شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپئے ہے۔ اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔۔

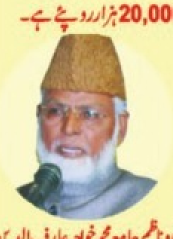

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روز آنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے "پیغام عمل" (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو چھتہ بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

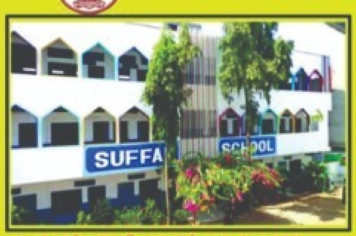

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Our Facilities

- Moral Education
- Play Way Learning
- Arabic Classes
- Digital Class
- Coputer Lab
- Science Lab

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی   **مدیر اعزازی:** ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد:۴، شمارہ:۵، مئی ۲۰۱۹ء/شعبان۔رمضان ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی............نئی دہلی

زبیر ملک فلاحی............لکھنؤ

انیس احمد فلاحی............جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپئے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
سالانہ زرتعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپئے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپئے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳
افادات جلیل احسن ندویؒ (۱۶)	ظفر احمد اثری	۶
روزہ اور انسانی صحت	نظر الحسن فلاحی	۱۵
انسانی سماج اور قرآن مجید	مروہ سبحانی فلاحی	۲۲
طلاقِ ثلاثہ: ایک علمی و تحقیقی بحث (۴)	مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی	۳۰
مولانا مودودی پر اعتراضات کا جائزہ	محمد انس فلاحی	۳۹
قطر کا علمی سفر	عبدالرحمٰن منصوری	۴۸
دلِ دردمند کا مالک چل بسا	مولانا محمد طاہر مدنی	۵۷
شجر ثمردار	ڈاکٹر صباح الدین اعظمی	۶۰
بزم ادب	ارشد جمال صارم	۶۴
تعارف وتبصرہ	عبدالحی اثری، محمد اسعد فلاحی	۶۷
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۷۱
اخبار انجمن	ادارہ	۷۹

خط وکتابت وارسال زر کا پتہ

Zeeshan Apartment, F-9, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

Email: jareedahayatenau@gmail.com

موبائل نمبر مدیر: +91-9927206518

جریدہ حیات نو فکر اسلامی کا نقیب ہے!

فکری قوت انسان کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے۔یہی جوہر روحانی، مادی، عقلی اور غیبی امور میں انسان کا رہنما ہے۔تدبر، تعقل اور تفکر انسان کی حقیقت کا اصلی تعارف کرانے والے علمی ادارے ہیں۔انسان کے حواسِ خمسہ، ذوق وبصیرت اور تجربہ ووجدان کا محرک اصلی ہی فکری صلاحیت ہے۔یہ صلاحیت انسان کے بیرون کی نہیں بلکہ اس کے اندرون کی جانی پہچانی حقیقت کا نام ہے۔اسی انسانی فکر کو قرآن سمع، بصر اور فواد سے تعبیر کرتا ہے۔مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کہتے ہیں:

> ''فکر اسلامی انسان کی ظاہری وباطنی قوتوں کا نام ہے۔اگر فکر اسلام میں مطلوب نہ ہوتو اجتہاد کا دروازہ مسدود ہوجاتا اور شرائع فرعیّہ امت کے سامنے نہ آسکتے۔فکر اصولی وکلی اور علمی مقاصد تک پہنچ کر معرفت حق کے مقام پر پہنچ جاتا ہے''۔

بنابریں فکرِ اسلامی، تعلیمات قرآنی کی حقیقی وکیل وترجمان ہے۔یہ احکام نبوی کی شارح، ان کی روح اور رموز کی عارف ومعرّف اور محدثین ومفسرین کے کمالات وافکار کی رازداں ہے۔مجتہدین امت کے اجتہادات اور مصلحین کی علمی، فکری اور عملی کاوشوں کو مسلسل ومتواتر نسلوں تک منتقل کرنے والی ہے۔فکرِ اسلامی کے مآخذ ومصادر قرآن وسنت اور اجماع وقیاس ہیں۔عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت اس کی اساسیات ہیں اور اس کے عناصر میں مقصدیت کی تلاش، جامعیت کا فروغ، اسلامی تہذیب کی حمایت ومحافظت، اجتہادی بصیرت، دانشورانہ اپروچ، معروضیت اور علمیت، نافعیت اور عصری حسّیت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔راقم نے اپنی کتاب 'فکر اسلامی کا ارتقاء۔ ہندوستان کا خصوصی مطالعہ' میں

اس موضوع کو بیسویں صدی کا ایک جدید علمی عنوان قرار دیا ہے اور مفکرین، شارحین اور محققین کی بحث کو الم نشرح کیا ہے۔

بھارت میں فکر اسلامی کی تعبیر، تشریح اور تشکیل میں جدید علم کلام سے جن اساطین علم نے بھرپور استفادہ کیا ہے، ان میں نمایاں نام یہ ہیں:

شاہ ولی اللہ (و:۱۶۶۲)، محمد قاسم نانوتوی (و:۱۸۸۰)، سرسید احمد خان (و:۱۸۹۸)، رحمت اللہ کیرانوی (و:۱۸۹۰)، شبلی نعمانی (و:۱۹۱۴)، جسٹس امیر علی (و:۱۹۲۸)، محمد اقبال (و:۱۹۳۸)، سید سلیمان ندوی (و:۱۹۵۳)، ابوالکلام آزاد (و:۱۹۵۷)، ابوالاعلیٰ مودودی (و:۱۹۷۹) اور قاری محمد طیب (و:۱۹۸۳)۔ جامعۃ الفلاح نے فکر اسلامی کی تشکیل وتنفیذ اور تشریح وتعبیر میں بیسویں صدی کے مذکورہ اساطین فکر اسلامی سے کما حقہ استفادہ کیا ہے۔ اس کا تعلیمی نظام فکر اسلامی کو معاصر علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہے۔

جامعۃ الفلاح کے فارغین نے فکر اسلامی کے احیاء اور اس کی اشاعت کے لیے جنوری-فروری ۱۹۷۸ میں اپنا ترجمان بنام 'حیات نو' جاری کیا۔ گزشتہ ۴۱ سالوں کی مسلسل تگ وتاز کے ذریعہ پرنٹ میڈیا میں فکر اسلامی کی تشہیر وتعبیر کو قرآن وسنت کی روشنی میں جاری وساری کر کے اس رسالہ نے قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس ضمن میں حیات نو کی خوش گوار تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

انجمن طلبہ قدیم کے اس آرگن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے فارغین جامعہ کو فکر اسلامی کا شعور بخشا ہے، ملک وبیرون ملک میں بکھرے فلاحیوں کو سلسلۃ الذہب سے مربوط رکھا ہے، فارغین کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے اس نے اپنے صفحات کے خوان بچھائے ہیں اور فکرِ جامعہ کا ایک مثبت اور حرکی تصور قائم کیا ہے۔ حیات نو کے مدیران اور قلم کاروں نے دراصل پرنٹ میڈیا کے ذریعے اسلامی ثقافت کا تحفظ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلسلۃ الذہب کی یہ قابل قدر کڑیاں اکیسویں صدی میں فکرِ اسلامی کے شارحین کی صف میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔

’ نقوش حیات نو‘میں بحث ونظر ،مذاہب عالم، تحریکات عالم، ہدایت کے چراغ، سیر وسوانح، دروس قرآن، تاثرات واحساسات، جامعۃ الفلاح اور فارغین جامعہ، جامعہ کے لیل ونہار جیسے کالمس کے ذریعہ فکر اسلامی کی خدمت انجام دینے والے جن معزز مدیران نے اب تک خدمات انجام دی ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: نور محمدؒ، طارق فارقلیطؒ، جاوید اشرف، عبیداللہ فہد، سید راشد علی حامدی، حافظ احسان الحق، ولی اللہ سعیدی، محمد اسماعیل، عبدالبر اثری، انیس احمد، ملک زبیر احمد اور ابوالاعلیٰ سید سبحانی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو ان کی تصنیفی خدمات کے عوض اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور موجودین کو حیات نو کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مزید توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ان کے رشحاتِ قلم سے خوش آگیں تصنیفی، تحقیقی اور تنقیدی علمی فتوحات سے حیات نو کے قارئین شادکام ہوتے رہیں۔ **اللھم وفقھم لماتحب وترضیٰ۔**

قارئین محترم! رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ کی پر کیف اور سرور آگیں ساعتیں آپ کو مبارک ہوں۔ ملک عزیز میں فکر اسلامی کے پاسبان مدارس اور تحریکات عالم کے لیے اللہ رب العزت سے خصوصی مناجات کیجیے۔ آیئے دعا کرلیں کہ رب کریم مادر علمی کو ہمہ گیر ترقی عطا فرمائے اور فارغین جامعہ کو اخوان الصفا جیسا کردار بخش دے۔ آمین۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم.**

جریدہ حیاتِ نو پریس میں جانے ہی کو تھا کہ جامعۃ الفلاح کے مربی ومحسن مولوی محمد عیسیٰ قاسمیؒ کی آخری رخصتی کی خبر قارئین حیاتِ نو کو سوگوار کرگئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائے۔ آمین۔ اس شمارے میں استاد گرامی مولانا محمد طاہر مدنی اور ڈاکٹر صباح الدین اعظمی کے احساسات کو شامل کیا جا سکا ہے۔ انشاءاللہ آئندہ مرحوم کی مکمل سوانح اور خدمات کا احاطہ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر ضیاءالدین ملک فلاحی

(۷؍رمضان المبارک ۱۴۴۰، ۱۳؍مئی ۲۰۱۹)

افادات جلیل احسن ندویؒ (۱٦)

ظفر احمد الاثری،لندن

سورۂ طٰہٰ

(آیت۵۱) **قال فی بال القرون الاولی** جو ہمارے ہی طرح تھے ان کا کیا حال ہوگا۔ وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ [قرون اولی] سے مراد مصری قوم کے آباء اولین ہیں، یہ سوالات اس لیے کیے جارہے ہیں تاکہ لوگوں کو اشتعال میں مبتلا کیا جائے۔ (آیت۵۲) ان کا علم [یعنی قرون اولی] میرے رب کے پاس ہے۔اور وہ علم ایک رجسٹر میں درج ہے اور بالکل محفوظ ہے'' **علمها عند ربی مکتوب فی الکتاب**''۔وہ نسیان سے پاک ہے،اس لیے میرا رب نہ غلطی کرسکتا ہے اور نہ کرے گا۔اور ان کے بارے میں بھول جائے یعنی وہ تمام لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔اور سزا و جزا کا پیمانہ اعمال ہوں گے۔ چوں کہ ان کا بھی دین یہی ہے اس لئے مشرکین مکہ سے خطاب ہے۔ (آیت۵۳) **لئلا یسمع السامع**،، اَزوَاجاً ، اَصنَافاً، اَنوَاعاً،مختلف قسم کے پودے اگائے، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو کھانے کے کام میں آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو جانور کھاتے ہیں اور کچھ انسان کھاتے ہیں۔ (آیت۵۴) ان سبھوں سے مؤمنین کو غیر معمولی تسلی ملے گی۔ جب کہ انھوں نے رب کو پکڑا ہے، تو مؤمنین کی ضرور مدد کرے گا۔اور کتنا رافت و رحمت والا ہے، پھر ان کا ذہن اس کی طرف لوٹے گا جو خدا ایسا کرے گا وہ ایک دن حساب کا دن لائے گا، اس کے بعد فوراً معاد کا ذکر شروع ہوگیا۔ (۵۵) **تارةً اخری، نبعثکم و نجازیکم**۔

(آیت۵٦) ہم نے اپنی تمام نشانیاں دکھائیں لیکن اس نے جھٹلایا اور اور قرآنی دعوت کا

انکار کیا۔ (آیت ۵۷) تم مصری قوم کو بے وقوف بنا رہے ہو۔موسیٰؑ نے جو اپنی دعوت کا آغاز کیا اس کا واحد مقصد یہی ہے کہ وہ تمہیں بے دخل کر دے۔ اور اقتدار کا باگ ڈور اس کے قبضے میں ہو۔ اور اپنی حکومت کا سکہ تمام لوگوں کے دلوں میں بٹھائے اور ہمارے سیاسی غلبہ کو ملیا میٹ کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح سے ہماری سیاسی قوت اور ہمارا دین ختم ہو جائے گا۔ اور ہم اس کے قبضے میں آچکے ہیں۔ لوگوں کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ لوگو! یہ ساحر ہے اور یہ باطل ہے۔ (آیت ۵۸) ہمارے یہاں جادوگروں کی کمی نہیں، ہم بھی اپنی ساحری کا تم سے مقابلہ کریں گے۔ آؤ! کوئی دن مقرر کرلو۔ [**الموعد**] ظرف مکاں [**سوی**] کھلی زمین، مسطح (آیت ۵۹) [**یوم الزینة**] جشن کا دن اور وہ مقررہ دن یوم الزینہ ہے اور وہ بھی رات کو نہیں بلکہ دن میں۔ اس طرح سے ہمارا اور تمہارا موازنہ ہو جائے گا کہ آیا تم حق پر ہو یا ہم حق پر ہیں۔ (آیت ۵۹) ہم تمام لوگ صبح کو اکٹھا ہو جائیں اور وہیں ہم ساحری کا مظاہرہ کریں، اور تم بھی اپنی ساحری کا مظاہرہ کرو، اور **سوی** کا لفظ بتلا رہا ہے کہ یہ جگہ دریا کے اوپری حصے ہوا جہاں میلا لگا کرتا تھا۔ (آیت ۶۰) موسیٰؑ اور فرعون اور ان کے ساحر اس مقررہ دن پر جمع ہوئے، جب دنیا کو معلوم ہوا ہوگا کہ حق و باطل کا ایک عظیم معرکہ ہونے والا ہے تو پوری خلقت اس دن ٹوٹی ہوگی۔ اصل میں خدا کو اپنی دعوت کا دروازہ کھولنا تھا اور فرعونی قوم جان لے کہ فرعون جس بات کا دعوے دار ہے وہ باطل ہے، بلکہ موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ حق ہے۔ اس عظیم معرکہ کے دن موسیٰؑ کی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ قرآن نے ذکر کیا ہے۔

(آیت ۶۱) انھوں نے خدا کو خدا نہیں سمجھا تھا اور فرعون کو خدا بنا رکھا تھا۔ چنانچہ موسیٰؑ ان سے مخاطب ہوئے اور کہا **لا تفتروا علی الله ای لا تشرکوا بالله** تم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ اور ایسی سزا دے گا کہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اس لیے شرک چھوڑو اور توحید کا راستہ اختیار کرو۔ [**بعذاب**] **بعذاب شدید و مهلک**۔ اور جنھوں نے اللہ پر بہتان گھڑا تو وہ ناکام ہوئے۔ تاریخ گواہ ہے جو رسول کے مقابلے میں آئے وہ ہلاک ہو کر رہے۔ یہ تقریر بہت لمبی ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے اس کا خلاصہ بیان فرمایا۔ (آیت ۶۲) [**تنازعوا الامر**] **فتحادثوا فی امرهم بینهم**، آپس میں گفتگو کرنا۔

انھوں نے یہ گفتگو کی کہ موسیٰ کی دعوت کو کس طرح نا کام بنایا جائے، جو قیادت مشرک کر رہے تھے انھوں نے الگ سے ایک جگہ پرمجلس قائم کی اور اس میں فیصلہ کیا، گفتگو کسی پاک مقصد کے لیے نہیں تھا، بلکہ ایسا اس لیے کیا کہ موسیٰؑ کے اثر کو ختم کیا جائے۔ (آیت ۶۳) متنازعین نے کہا، البتہ یہ دونوں ساحر ہیں اپنی ساری قوت سے اس مملکت سے نکال دینا چاہتے ہیں۔[**ذهب به**] تباہ کرنا، اور تمہارے طریقہ مثلی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔[**طريقه مثلى**] طریقۂ حیات، تمہارے بہترین نظام حیات کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، اور تمہارے باپ دادا کی زندگی کو برباد کیا جارہا ہے۔اس طرح مصری قوم کے اندر جوش بھرا جا رہا ہے۔[**اجمع**] پکا فیصلہ کرنا۔موسیٰ کو نا کام بنانے کے لیے عزم کرو۔[**صفّا**] صافین (آیت ۶۴) اگر وہ آج غالب آ گیا تو اس کی کامیابی ہے، اگر ہم آج اس کا خاتمہ کر دیں گے تو ہم ہمیشہ رہیں گے۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو ہمارا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔

(آیت ۶۶) موسیٰؑ نے پورے اعتماد سے کہا کہ تم سب پہلے اپنی لاٹھی ڈالو۔ **القوا حبالهم و عصيهم فى الميدان** ۔موسیٰ کو ان کے سحر کی وجہ سے یہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپ معلوم ہو رہی تھیں۔[**من قوة سحرهم**] وہ یا تو چل رہی تھیں یا دوڑ رہی تھیں۔لیکن موسیٰؑ کی لاٹھی حقیقت میں سانپ بن گئی۔جادو کی یہ خاصیت ہے کہ وہ چیزوں کی ماہیت کو نہیں بدلتا۔ [**من سحرهم**] موسیٰؑ کو ایسا خیال ہوتا رہا ہے۔(آیت ۶۷) موسیٰؑ کو ڈر معلوم ہوا انھیں اندیشہ ہوا۔(آیت ۶۸) جب ان کے قدم ڈگمگائے تو اس وقت امر لازمی تھا کہ وحی الٰہی کا نزول ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدائے تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی اور حکم دیا کہ تم ڈرو نہیں تسلی دینے کی شکل یا تو الہام کے ذریعہ ہوئی ہوگی یا تو جبرئیلؑ آگئے ہوں گے۔ (آیت ۶۹) جاگروں کی کامیابی نہیں ہوئی مطلب یہ ہے کہ موسیٰؑ کامیاب ہو گئے اور فرعون کے حصے میں ناکامی آئی۔(آیت ۷۰) **كأن شئياً القاهم** ۔ بے اختیار وہ سجدے میں گر پڑے، موسیٰؑ کے سحر نے انھیں بہت تعجب میں ڈال دیا، یہ تو فن کی انتہا تھی جس کا اثر ان پر ہوا، موسیٰؑ کا جادو تو ہمیں شکست دے گیا۔ اور موسیٰؑ کا جادو، جادو نہیں ہے اور بہت پہلے سے یہ لوگ موسیٰ کی دعوت کو جانتے تھے۔(آیت ۷۰) یہ ساحر حضرات کہنے لگے: ہم تو اس ذات پر ایمان لائے۔

جب انھوں نے اپنے ایمان لانے کا اعلان مجمع میں کر دیا تو اب قبطی قوم میں دعوت کا دروازہ کھل گیا۔ [آمن بہ] صادق سمجھنا، [آمن لہ] صادق سمجھ کر ساتھ دینا۔

(آیت ۷۱) تم موسیٰ پر ایمان لے آئے، یعنی تم نے میرے خلاف کام کیا، اور تم سب نے بغاوت کی ہے۔ فرعون نے قوم کو اپنی طرف اور ساحروں کو متوجہ کرنے کے لیے دھواں دھار تقریر کی۔ (آیت ۷۱) ہارون اور موسیٰ تمہارے استاذ ہیں۔ شہر میں تم موسیٰ سے ملے ہو اور جادو سیکھ کر آئے ہو، یہ سب باتیں فرعون عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے کر رہا ہے۔ (آیت ۷۱) میں ضرور تمہارے ساتھیوں کو سزا دوں گا۔ [من خلاف جهة] ایک ہاتھ بائیں طرف سے، دوسرا پیر دائیں کی طرف سے کٹوا دوں گا۔ اور ایمان لانے والوں کو سزا دوں گا۔ [ابقی] دوام (آیت ۷۲) جو واضح ہدایات ہمارے پاس آئیں ہیں ان کو اس زندگی فانی پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ [والذی] عطف ''ما'' پر، یہ قسم کا ہے۔ خالق کی طرف سے آئی ہوئی آیات کو آپ کے شرک اور آپ کی بندگی پر ترجیح نہیں دوں گا۔ فرعون نے جو دھمکی دی ساحروں (ایمان لانے والوں) کو دی تھی وہ بے کار ہوئی اس کا اثر بے کار ثابت ہوا، بلکہ ان کے ایمان میں اور تیزی آ گئی۔ (آیت ۷۳) اللہ ہماری غلطیوں کو معاف کر دے، اور ہم نے نبی کے مقابلے میں جو غلطی کی اسے معاف کر دے، نبی کے مقابلے میں صف آرا ہونا کتنی بدبختی کی بات ہے۔ دوسرے سحر سے جو انھوں نے نبی کے مقابلہ میں استعمال کیا۔ سحر فی نفسہ خراب ہے، لیکن اگر نبی کے مقابلہ میں استعمال کیا جائے تو اس کی شناعت اور بڑھ جاتی ہے۔ جو بہتر ہے اس کی طرف سے بہتری آئے گی۔ اور وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ اور اس کی طرف سے جو آئے گا ہمیشہ باقی رہے گا۔ [الله خيراً ابقى] اگر تم پر ہم ایمان لاتے تو وہ چیز ختم ہو جاتی لیکن وہاں جو چیز ملے گی وہ ہمیشہ رہے گی۔ (آیت ۷۴) بے شک یہ امر واقعی ہے کہ جو اللہ کے پاس مجرم بن کر آئے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ [لا يموت ولا يحيى] مختصة له لا يموت و لا يحيى اس میں رہتے ہوئے نہ وہ مریں گے اور زندہ رہیں گے۔ مردہ ہر طرح کی تکلیف سے نجات پا لیتا ہے لیکن انہیں مردہ کی شکل نہیں دی جائے گی۔ یہ تصویر گھٹن کی ہے۔

اور جوسکرات کے عالم میں ہوتا ہے تو وہ نہ زندہ رہتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ (آیت ۷۵)
اور جو اللہ کے حضور مؤمن بن کر حاضر ہوا اس کے لیے بلند درجات ہیں۔

(آیت ۷۶) اور وہ نعمتیں فنا نہیں ہونگی، یہ بدلہ ان لوگوں کے لئے ہوگا، جنھوں نے اپنے آپ کو شرک سے پاک کرلیا۔ شرک سے پاک لوگوں کو یہ جنت ملے گی۔ (آیت ۷۸) جا کر پکڑ لینے کے قریب ہونا، **الحقہ**۔ پس فرعون اپنی فوج سے بنی اسرائیل سے جاملا۔ [**اتبعھم**] **الحقھم**، قریب پہنچنا۔ (آیت ۷۸) پھر موجوں نے فرعون اور اس کی قوم کو ڈھانک لیا۔ [**غشی**] **اتاہ بغتة ، فاتاھم ما اتاھم من الطوفان و الموج**۔ ہولناک لہروں نے انھیں چھالیا۔ (آیت ۷۸) **نجینا بنی اسرائیل** (آیت ۷۹) [**اَضَلَّ**] **اھلکه** (آیت ۷۹) وہ قائد اعظم ہونے کی حیثیت سے صحیح معنوں میں رہنمائی کرنی چاہیے تھا لیکن وہ گمراہ ہوا اور اپنی قوم کو بھی گمراہ کیا۔ (آیت ۸۰) نیل کو عبور کر کے جزیرہ سینا پہنچے اور وہاں پہنچنے کے ساتھ سب سے پہلے دھوپ سے بچنے کی ضرورت تھی اور اللہ نے اس کا انتظام کیا اور ان پر بادل کا سایہ کیا اور دوسروں طرف انہیں کھانے کی ضرورت تھی اور وہاں پانی کا نام ونشان نہیں تھا۔ اور حضرت یعقوبؑ کے دو بیٹے تھے جو بارہ قبیلوں میں بٹے۔ اور انھیں بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ اور ان کو الگ الگ چشمے کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالی نے اس کا بھی انتظام کیا۔ اس کے بعد من وسلوی کا انتظام کیا۔ [**السلوی**] عربی بٹیر۔ **السلوی** بٹیر نامی چڑیاں ہیں، جو بحیرہ لوط سے آتی تھیں۔ اور اللہ کی طرف سے درختوں پر شبنم کی طرح رات کو ''من'' گرتا تھا، چڑیاں اس کو آکر کھاتی تھیں وہ کھا کر ان کے اندر سے اڑنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل انھیں پکڑ لیتے تھے اور اپنی غذا بناتے تھے۔

(آیت ۸۱) اس آیت میں انھیں ہدایات دی گئی ہیں کہ تم نعمت پا کر نہ اترانا اور اس کے بدلے اللہ کا شکر بجا لانا، اگر ایسا کرو گے تو یعنی اس کا حکم بجا لاؤ گے تو تمہارا انجام بہت اچھا ہوگا۔ اور خلاف ورزی کرو گے تو میرا غضب تم پر اترے گا۔ اس طرح تم میرے مبغوض ہو جاؤ گے۔ (آیت ۸۲) اللہ نے موسیٰ کو جزیرہ سینا پہنچنے کے بعد اپنے پاس بلایا۔ لیکن موسیٰ کو خدائے تعالی نے ایک وقت متعین پر بلایا تھا کہ تم اس تاریخ پر آنا اور اتنے دنوں تک رہنا لیکن

موسیٰ وقت پر پہنچنے سے دس دن قبل کوہ طور پر پہنچ گئے۔ بلانے کا مقصد یہ تھا اب موسیٰ ایک آزاد علاقے میں آ گئے ہیں۔ اس لیے انہیں قانون چاہئے جس پر وہ چل کر اپنی زندگی گزاریں۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ انھیں اسی مقصد کے لئے کوہ طور بلایا۔ جاتے وقت موسیٰ اپنی قوم کو یہ بتلا کر گئے تھے کہ میں ایک مہینہ کے بعد آؤں گا اور تم اپنی حالت میں باقی رہنا۔لیکن موسیٰ وقت پر قوم کے پاس نہیں پہنچ سکے تو قوم نے کہا کہ موسیٰ مر گئے ہیں۔ اب ہمیں مصر واپس چلے جانا چاہئے تورات کا یہی بیان ہے اور مصر جانے کے لئے ہمیں ان کا طریقہ اپنانا ہوگا اور مشرکانہ دین نہیں اپنا چاہیے، چنانچہ انھوں نے ایک بچھڑا بنایا۔بچھڑا بنانے میں بڑے بڑے لوگ شریک تھے اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ اس شرک میں بڑے لوگ شریک تھے اور اس کے اندر ایسی چیز ڈال دی کہ وہ بولتا تھا جب قوم گمراہ ہوگئی تو اللہ نے ان سے کہا اے موسیٰ اپنی قوم کی خبر لے۔ پھر موسیٰ فوراً تورات لے کر مشرک سلطنت میں جاتے ہیں۔ اور ان کے سامنے تقریر کی۔ دیکھا کہ لوگ بت کی پوجا کر رہے ہیں تورات جو قانون کی کتاب تھی ان کو پیش کیا، آپ کے پہنچنے سے پہلے بڑے بڑے لوگ تائب ہو گئے ہیں۔ سارے لوگ ابھی تائب نہیں ہوئے ہیں، منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ موسیٰ نے صلحاء مؤمنین سے توبہ کرائی اور منافقین کو سزا دی اور سامری کو سزا دی کہ وہ اچھوت کی حیثیت سے رہے گا۔ اور انھوں نے جو معبود بنایا تھا اسے جلا کر سمندر میں ڈال دیا۔ (آیت۸۴) تو موسیٰ نے کہا وہ ہماری باتوں پر عمل کر رہے ہیں اور ہم نے جو انہیں ہدایت دے رکھی ہے اس پر عمل پیرا ہیں۔ بعض مفسرین نے اُوْلَاءِ عَلٰی اَثَرِی کا یہ مطلب بتایا ہے کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں لیکن یہ مفہوم غلط ہے۔ (آیت۸۰) ہم نے تم کو دشمن سے نجات دی، یہ ایک احسان ہوا اور تورات دینے کا وعدہ کیا تھا تورات دی اور من وسلوی کی نعمت دی۔ اور تمہاری بھوک دور کرنے کے لیے غذا فراہم کیا، من وسلویٰ کا اترنا معجزہ سے خالی نہیں۔ اور یہ کثرت شبنم ''من'' کی شکل اختیار کر لی تھی اور عربی بٹیریں بحرہ لوط سے آتی تھیں اور ان کو یہ غذا بہت پسند تھی اور یہ عام حالات میں ہوا اور اتنی تعداد میں آتی تھیں کہ پوری قوم کے لئے کافی ہوتیں۔

(آیت۸۱) اللہ نے ان سے کہا یہ تم پاکیزہ روزی کھاؤ، اور اس میں رہتے ہوئے خدا

کی ناشکری نہ کرو، اور سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاؤ، جس پر غصہ اتر آئے اور بھڑ کے تو اس پر عذاب اتر آئے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ **لا تطغوا فیه**، ای اشکر لی، ان نعمتوں میں رہتے ہوئے معصیت نہ کرو، ورنہ تم پر عذاب کا تازیانہ آدھمکے گا اور اگر تم میرے غصہ کے مستحق ٹھہرے تو گڈھ میں گر و گے۔(آیت۸۲) اور ان کو بخش دوں گا، جو طغیانی و سرکشی سے توبہ کریں گے۔یعنی موسیٰ کی قوم ایسا کرے، اور شرک کی جتنی گمراہیاں ہیں ان سے توبہ کریں، اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔**انی غفور لمن تاب من الضلال والشرک و آمن و عمل ثم اهتدی** ۔ پھر اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کریں تو اس کے حصے میں کامیابی ہے، ایمان لانا پچھلی زندگی سے توبہ کرنا اور اپنے نصب العین پر جمنا، اس سے ان کو معاف کر دیا جائے گا۔ یہ بنی اسرائیل کو ہدایت دی گئی تھی، اس میں ہمارے لیے عبرت کا سامان ہے۔ (آیت۸۳)[**ما**]ای **شئی**، **ما جعلک عاجلاً، و ما حملک ان تتعجل** ۔جلدی کرنے پر کس نے آپ کو مجبور کیا، وقت پر کیوں نہیں آئے۔[**عن قومک**]**غافلاً عن قومک ، متأخراً عن قومک** ۔قوم کو اتنے دنوں تک تربیت کرنی چاہیے تھا، ان کے درمیان رہ کر ان کی اصلاح کرنی چاہیے تھا۔[**هُم اُولاء**] **هم مبتدا اور اولاء خبر** [**اثری**] بیان ہے۔یعنی وہ ٹھیک حالت پر ہیں، اگر ہمیں ذرا برابر یہ اندیشہ ہوتا کہ وہ گمراہ ہو جاتے تو ہم ان کو چھوڑ کر نہیں آتے۔**ما اعجلک** کا جواب موسیٰؑ نے یہ دیا کہ **لترضی**، ای **لتزداد ترضی** ،تا کہ آپ مجھ سے خوش ہوں۔(آیت۸۵) یعنی وہ ہمارے قاعدہ وقانون کے تحت گمراہ کر دئے گئے ہیں۔سامری جو ان کا سردار تھا اس کی زد میں جتنے لوگ آسکے آ گئے اور وہ اس طرح گمراہ ہو گئے۔[**اسف**] حزن، تأسف[**غضبان**] نہایت غضب ناک ہو کر۔اور غمگین تھے۔[**اسف**] غم وغصہ کی تاکید۔[**العهد**] وہ وصیت جو موسیٰ کر گئے تھے۔یا تیس دن کے بعد توراۃ دیں گے۔[**شق علیکم العهد**] وہ وعدہ ان پر شاق گزرا۔اس لئے موسیٰؑ ایک طویل مدت تک وہاں ٹھہرے رہے۔

(آیت۸۶)[**فاخلفتم**] ثم پر عطف ہو رہا ہے تمہیں نصیحت کر گیا تھا، لیکن تم لوگوں نے خود ہی جان بوجھ کر اللہ کے غضب کو مول لیا ہے۔(آیت۸۷)[**قالوا**] صلحاء۔یہ فوراً اپنی

حرکت سے باز آ گئے، اور توبہ کی۔ (آیت ۸۷) انھوں نے اس کا اقرار کیا کہ ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ بلکہ ہم مصر سے کچھ زیورات اٹھالائے تھے اور یہ ہم مجبوراً اٹھا کر لائے تھے۔[قوم] مصری قوم کے زیورات لاد کر لایا گیا تھا۔ **و لکنا اضطررنا للحمل اثقالاً من حلی القوم۔فقذفنها فی الحفرة ۔[کذالک القی السامری] فی الفتنة**، ہم کو گمراہی میں ڈال دیا۔[**اخرج**] **ای صنع، فعل**، تیار کیا۔اسی سے گائے کا ایک بچھڑا بنایا، وہ جاندار نہیں تھا، بے جان تھا، البتہ وہ بولتا تھا۔اور اسی کے اندر سے آواز آتی تھی۔[**قالوا**] **ای السامری و متبعوه** کہ یہ تمہارا الہ ہے۔اور موسی کا بھی الہ ہے۔ایسے الہ کو بولنا چاہئے اور موسی بول گئے ہیں اور وہاں چلے گئے ہیں 'طور چلے گئے ہیں' (تھانویؒ)'اس الہ کو بھول گئے، اسی کو بنانا چاہیے تھا' (مولانا مودودیؒ) سورہ اعراف ۱۳۸۔۱۳۹ کی آیتوں میں اس واقعہ کی تفصیل ہے۔[**افلا یرون**] انھوں نے اس فانی شئی کو الہ بنایا ہے۔جو بات تک نہیں کرسکتا اور کسی کو نفع ونقصان نہیں پہونچا سکتا ہے۔تو ان لوگوں نے کیسے الہ تسلیم کر لیا ہے۔ان کو یہ معمولی سی بات نہیں سوجھی۔اور یہ بات ہارونؑ سمجھا چکے تھے۔ (آیت ۹۰) علماء یہود نے اپنے صحیفوں میں یہ بات تصحیف کردی ہے کہ ہارونؑ نے خود ایسا کیا تھا۔سامری نے ایسا نہیں کیا تھا۔لیکن قرآن نے ان کی باتوں کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ہارونؑ نے انھیں سمجھایا تھا اور کہا تھا کہ تم میری پیروی کرو، اور میرے ہی اتباع کرو، تم اس عمل کے ذریعہ آزمائش میں ڈال دئے گئے ہو۔یہ بچھڑا تمہارا نہیں ہوسکتا بلکہ یہ سامری کا ہے۔[**قالوا**] منافقین، انھوں نے کہا ہم تو اس سے چمٹے رہیں گے، جب تک کہ موسیٰ لوٹ نہ آئیں اور انھیں اب یقین ہوگیا کہ موسیٰ اب نہیں آئیں گے۔(**لا نزال عاکفین علیه**)

(آیت ۹۳) ہارونؑ کو موسیٰ اپنا نائب بنا کر گئے تھے۔واپس آنے پر موسیٰ ہارونؑ سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی ذمہ داری صحیح طریقہ سے کیوں نہیں ادا کی، جب کہ قوم گمراہ ہو رہی تھی، صحیح رہنمائی سے کس چیز نے تمہیں روک رکھا تھا۔(آیت ۹۳) موسیٰ کہتے ہیں کہ تم نے میری ذمہ داری اور میری جگہ پر ہوتے ہوئے میری صحیح نمائندگی نہیں کی اور ہدایت کی

پیروی نہیں کی۔ اور میرے حکم سے تم نے نافرمانی کی۔ (آیت۹۴) تو موسیٰ ان کی داڑھی اور ان کے سر کو پکڑ لیا تو اس پر ہارونؑ نے کہا میرے بھائی آپ ایسا نہ کریں۔'' مجھے خود اس کا اندیشہ تھا کہ آپ مجھ سے کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل کو دو ٹکڑے میں بانٹ دیا اور میری ہدایت کی پیروی نہیں کی''۔ لہٰذا جب مجھے اس کا اندیشہ تھا اور مجھے ایسا خوف تھا تو کیوں کر میں نہ آپ کی ہدایات کا لحاظ کرتا اور آپ کی پیروی کرتا۔ (آیت۹۴) اب سامری سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ اے سامری! تمہاری مہم کیا تھی، تم نے اتنا بڑا فتنہ بویا، کن کن مقاصد کے تحت تم نے یہ سب کیا۔ اور اپنا موقف بیان کرو۔ [بـــصـــر] آنکھ سے دیکھا اور دل سے بھی دیکھا۔ (آیت۹۶) یہ آیت بہت ہی اہم ہے، اور سلف میں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ الاول: میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی۔ یعنی ہم جب دریا پار کر رہے تھے تو اس وقت ہم نے دیکھا کہ جبرئیلؑ گھوڑے پر سوار ہیں اور جہاں جہاں ٹاپ پڑ رہا ہے وہاں سبزہ پڑ جاتا ہے، چنانچہ میں نے وہاں سے اس مٹی کو لے لیا اور یہ اچھی چیز تھی۔ اور یہ مٹی لے کر سونے میں ملا کر دیا، **فجعلت العجل الذی یخور خور الثور**۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ میں نے وہ چیز پائی جو انھوں نے نہیں پائی یعنی میں نے صحیح کو پا لیا جسے یہ حضرات نہیں پا سکے۔ چنانچہ ہم نے تھوڑی سی رسول کی پیروی کی لیکن اسے پھینک دیا اس طرح میرے نفس کو اس چیز کو آسان کر دیا۔ اب وہ خود ہی اپنی زبان سے باغی ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ اور اپنے مجرم ہونے کا باقاعدہ اعلان کر دیا (یہ رائے ابومسلم اصفہانیؒ کی ہے) اور اس تاویل کو مولانا اختر احسن اصلاحیؒ نے لیا ہے۔ [کـــذالک] مجھے آپ پر اعتماد نہیں تھا اس لئے کہ میں نے ایسا کیا اور میرے نفس نے ایسا کرنے کو کہا۔ (آیت۹۷) ان **اعتـــرفـــت فـــاذهب** اس کے بعد اس کے لئے سزا متعین ہوگئی یعنی اسے پوری قوم میں اچھوت قرار دے دیا گیا۔ اور یہ سزا اسے اس دنیا میں دی گئی۔

●◘●

روزہ اور انسانی صحت

نظر الحسن فلاحی، سابق امیر اسلامی سنگھ نیپال

اللہ رب العزت نے انسانوں کو باشعور اور ذمہ دار مخلوق بنایا، عقل وشعور اور علم وآگہی سے نوازا، زندگی گزارنے کا سارا سامان دیا۔ اسی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے مکمل اور مفید طریقہ اور نظام حیات دیا۔ جو دستور حیات اللہ رب العزت نے دیا ہے وہ با مقصد بھی ہے، مفید بھی ہے اور اس کا فائدہ بھی ہمہ گیر ہے۔ اللہ کے دیے گئے کسی بھی حکم کی تعمیل کریں گے تو یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ وہی اس کام کو کرنے کا سب سے بہتر طریقہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ ہمارے لئے مفید بھی ہوگا۔ اسی کے ساتھ اگر نیت خالص ہوگی تو وہی عمل عبادت بھی ہوجائے گا، جس پر اللہ ہمیں ثواب دے گا۔

اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم روزہ پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ اس کو فرض کرنے کا بھی عظیم مقصد ہے۔ اسی کے ساتھ اس کے بے شمار فوائد بھی ہیں جو روزہ رکھنے سے ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ روزہ کا اصل مقصد صحت کی بہتری نہیں ہے۔ بلکہ یہ ذیلی فائدہ ہے جو اللہ کے حکم کی تعمیل سے حاصل ہوتا ہے اسی لیے روزہ رکھتے ہوئے ہر روزہ دار کو اس کے اس اصل مقصد پر نظر رکھنا چاہیے جو خود اس کے فرض کرنے والے نے بتایا ہے۔ یہ ذیلی فوائد تو خود بخود حاصل ہوجائیں گے۔

روزہ کی فرضیت

رمضان کے ایک مہینہ کا روزہ ہر مسلم بالغ مرد وعورت پر فرض ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب ہدایت قرآن میں بڑی وضاحت سے دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنَ قَبْـلِـكُـمْ لَـعَلَّكُمْ تَتَّقُون .أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيْضاً أَوْ عَـلَـى سَـفَـرٍ فَـعِـدَّةٌ مِّـنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْـكِيْـنٍ فَـمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ . شَهْـرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَـانَ مَـرِيْـضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُـرِيْـدُ بِـكُـمُ الْـعُسْـرَ وَلِتُـكْـمِـلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُون (البقرة:۱۸۳۔۱۸۵)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو،تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے، اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی، چندمقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہوتو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اسی کے لیے بہتر ہے۔لیکن اگر تم سمجھو، تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسان کے لیے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینہ کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو مریض ہو یا سفر پر تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کر لے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔

ان آیات سے جو باتیں واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ روزہ صرف اسی امت پر نہیں بلکہ پہلے کے انبیاء کی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔

۲۔اس امت پر ایک مہینہ کا روزہ فرض کیا گیا۔روزہ کے لیے جس مہینہ کو منتخب کیا گیا وہ سارے انسانوں کے لیے نازل کردہ کتاب ہداہت قرآن کے نزول کا مہینہ رمضان ہے۔

۳۔ روزہ کے اوقات کی تعین اور انسانی استطاعت اور مجبوری کے لحاظ سے جو احکامات دیئے گئے ہیں ان سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یہ خالق و مالک اللہ ہی کی طرف سے ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ اپنے بندوں کے لیے آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں چاہتا ہے۔

۴۔قرآن سارے انسانوں کی ہدایت کے نازل کیا گیا ہے۔اس میں وہ تعلیمات ہیں جو واضح بھی ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والی بھی ہیں۔

۵۔روزہ کا مقصد ہے کہ روزہ دار کے اندر تقویٰ پیدا ہوجائے۔اللہ کے احکامات پر عمل کرنے اور منہیات سے رکنے پر دل ودماغ قانع و مطمئن ہو اور عمل کی عادت شعوری طور پر لگ جائے۔

روزہ اور انسانی صحت

روزہ نزول قرآن کے مہینہ رمضان المبارک میں فرض کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ قرآن سے تعلق باللہ مضبوط ہو، اسے پڑھا، سمجھا اور اس پر عمل کے ساتھ اس کی تعلیمات کو پھیلایا جائے۔ اللہ کے فرامین پر عمل،منہیات سے اجتناب،اللہ کی محبت ، اللہ کا خوف اور اسی سے امید دل میں رچ بس جائے۔یعنی تقویٰ پیدا ہوجائے۔اسی کے ساتھ اس عبادت کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس کے سماجی اور انفرادی بھی بہت سے فائدے ہیں۔انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ کا جسمانی صحت پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے۔اس پر دنیا بھر کے طبی ماہرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔انہیں کی تحریروں کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

کچھ عرصہ قبل تک یہی تسلیم کیا جاتا تھا کہ روزہ کا فائدہ صرف نظام ہضم کو بہتر کرنا ہے۔ لیکن جیسے جیسے روزہ کے طبی فوائد آشکار ہوتے گئے ویسے ویسے اس کی افادیت کا دائرہ بڑھتا گیا۔یہاں تک کہ محققین اس بات پر متفق ہو گئے کہ روزہ ایک طبی معجزہ ہے۔ جدید طبی

تحقیقات کی روشنی میں روزہ کے انسانی جسم پر مفید اثرات کو اختصار سے پیش کیا جا رہا ہے۔

روزہ اور نظام ہضم

ہضم کے نظام کو چلانے میں بہت سارے اعضاء کام کرتے ہیں۔روزہ ان سب کو تقویت پہنچاتا ہے۔ہمارا موجودہ لائف اسٹائل ایسا ہے کہ یہ اعضاء ہمیشہ مشغول ہوتے ہیں۔ جن کو اعصابی دباؤ اور جنک فوڈ اور بھی متاثر کرتے ہیں۔روزہ میں ایک ماہ تک ان سارے اعضاء کو آرام ملتا ہے۔جس کا حیران کن اثر بالخصوص جگر پر ہوتا ہے۔جگر وہ اہم حصہ ہے جو نظام ہضم میں حصہ لینے کے ساتھ پندرہ مزید عمل بھی انجام دیتا ہے۔روزہ میں جگر کو چار سے چھ گھنٹوں کا آرام مل جاتا ہے۔یہ روزہ کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ غذا کی معمولی مقدار یہاں تک کہ ایک گرام کا دسواں حصہ بھی معدہ میں داخل ہوجائے تو پورا کا پورا نظام ہضم اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔اور جگر فوراً مصروف عمل ہوجاتا ہے۔جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں سے ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا بھی ہے۔جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے درمیان ہوتا ہے۔اسے یا تو لقمے کو اسٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعے اس کے ہضم ہوکر تحلیل ہوجانے کے عمل کی نگرانی کرنا ہوتی ہے۔روزہ میں توانائی بخش کھانا کے اسٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہوجاتا ہے۔اسی طرح جگر اپنی توانائی خون میں جسم کے محفوظ رکھنے والے مدافعتی نظام کو تقویت دینے والے مادہ گلوبین کی پیداوار پر صرف کراتا ہے۔روزے سے معدے کی رطوبت میں توازن آتا ہے۔نظام ہضم کی رطوبت خارج کرنے کا عمل دماغ کے ساتھ وابستہ ہے۔عام حالت میں بھوک کے دوران یہ رطوبتیں زیادہ مقدار میں خارج ہوتی ہیں۔جس سے معدے میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے۔جب کہ روزہ کی حالت میں دماغ سے رطوبت خارج کرنے کا پیغام نہیں بھیجا جاتا ہے۔کیوں کہ دماغ کے خلیوں میں یہ بات موجود ہوتی ہے کہ روزہ کے دوران کھانا پینا منع ہے، یوں نظام ہضم درست کام کرتا ہے۔روزہ نظام ہضم کے سب سے حساس حصے گلے اور غذائی نالی کو بھی تقویت دیتا ہے۔رطوبتیں بہتر طور پر متوازن ہوجاتی ہیں، جس سے تیزابیت کی پیداوار رک جاتی ہے۔معدے کے ریاحی دردوں میں کافی افاقہ ہوتا ہے،قبض کی شکایت رفع ہوجاتی ہے۔

روزہ آنتوں کو بھی آرام اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ یہ صحت مند رطوبتوں کے بننے کا عمل معدہ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتا ہے۔ آنتوں کے شرائین کے غلاف کے نیچے محفوظ رکھنے والے نظام کا بنیادی عنصر موجود ہوتا ہے۔ جیسے انتڑیوں کا جال، روزہ کے دوران ان کو نئی توانائی اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح روزہ نظام ہضم کو درست اور بہتر بناتا ہے۔

روزہ اور دوران خون

روزہ کے انسانی صحت پر مثبت اور مفید اثرات میں سب زیادہ قابل ذکر خون کے روغنی مادوں میں ہونے والی تبدیلیاں ہیں۔ خصوصاً دل کے لیے مفید چکنائی 'ایچ ڈی ایل' کی سطح میں تبدیلی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ اس سے دل اور شریانوں کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح دو مزید چکنائی "ایل ڈی ایل" اور ٹرائی گلیسرائیڈ کی سطحیں بھی معمول پر آجاتی ہیں۔ رمضان المبارک کا روزہ غذائی بے اعتدالیوں پر قابو پانے کا بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ روزوں کی وجہ سے چکنائی کے استحالے (میٹابولزم) کی شرح بھی بہت بہتر ہو جاتی ہے۔

دن میں روزہ کے دوران خون کی مقدار میں کمی ہو جاتی ہے۔ جو دل کو انتہائی فائدہ مند آرام مہیا کرتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ روزے کے دوران بڑھا ہوا خون کا دباؤ ہمیشہ سب سے کم دباؤ پر ہوتا ہے۔ شریانوں کی کمزوری کی اہم ترین وجہ غذا کا پوری طرح تحلیل نہ ہوسکنا بھی ہے۔ جب کہ روزہ میں اور خاص طور پر افطار کے وقت کے قریب خون میں موجود غذائیت کے تمام ذرے تحلیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح خون کی شریانوں کی دیواروں پر چربی یا دیگر اجزا جم نہیں پاتے نتیجتاً شریانیں سکڑنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین سطح پر ہوتے ہیں تو ہڈیوں کا گودہ حرکت پذیر ہو جاتا ہے اور خون کی پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک بات دھیان میں رکھیں کہ یہ فائدے اسی وقت حاصل ہوسکتے ہیں جب کہ تلی، بھنی اور چکنائی والی اشیاء استعمال نہ کی جائیں۔

روزہ اور نظام اعصاب

روزہ کی حالت میں ہمارے جسم کا اعصابی نظام بہت پرسکون اور آرام کی حالت میں

ہوتا ہے ساتھ ہی عبادات کے بجا آوری سے حاصل شدہ روحانی تسکین روزے داروں کی کدورتوں اور غصے کو دور کر دیتی ہے۔ اخلاص وللّٰہیت اور یکسوئی کے ساتھ ذکر و تلاوت اور اللہ کی مرضی کے سامنے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہماری تمام پریشانیاں بھی تحلیل ہوکر ختم ہوجاتی ہیں۔ روزہ اور وضو کے مشترکہ اثرات سے جو مضبوط ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اس سے دماغ میں دوران خون کا بے مثال توازن قائم ہوجاتا ہے جو صحت مند اعصابی نظام کو مضبوط و مستحکم کرتا ہے، روزہ کے دوران چونکہ ہم جنسی خواہشات سے بھی دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سے بھی ہمارے اعصابی نظام پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی تحت الشعور جو رمضان کے دوران عبادات و اذکار کی بدولت صاف شفاف اور تسکین پذیر ہوجاتا ہے۔ اعصابی نظام سے ہر قسم کے تناؤ اور الجھن کو دور کرنے میں مدد کرتا ہے۔

رہی بات روزہ میں بھوک کی وجہ سے زیادہ غصہ آنے کی تو حقیقتاً اس کے محرکات کچھ دوسرے ہوتے ہیں۔ اس کو روزہ سے جوڑنا خلاف حقیقت اور نامناسب ہے۔

روزہ اور انسانی خلیات

روزہ کا سب سے اہم اثر خلیوں کے درمیان اور خلیوں کے اندرونی سیال مادوں کے درمیان توازن کو قائم رکھنا ہے۔ چونکہ روزہ کے دوران مختلف سیال مقدار میں کم ہوجاتے ہیں۔ خلیوں کے عمل میں بڑی حد تک سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح لعاب دار جھلی کی بالائی سیل جو جسم کی سطح سے متعلق خلیے جنہیں اپنی تحلیل رطوبت کے متواتر اخراج کی ذمہ داری ہوتی ہے ان کو صرف روزے کے ذریعہ بڑی حد تک آرام اور سکون ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت مندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ خلیات کے علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ لعاب بنانے والے غدود شدید بے چینی سے ماہ رمضان کا انتظار کرتے ہیں تاکہ Pencreas اور لبلبہ روزے کے دنوں میں کچھ ستانے کا موقع حاصل کرسکیں اور مزید کام کرنے کے لیے اپنی توانائیوں کو وقت دے سکیں۔

روزے کے مزید فوائد

روزے کے فوائد پر بعض غیر مسلم محققین نے بھی اپنے تجربات سے روشنی ڈالی ہے۔ کچھ فوائد کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔ موٹاپے کے شکار افراد اگر نارمل سحری اور افطار کریں تو آٹھ سے دس پاؤنڈ وزن کم ہوسکتا ہے۔ روزہ رکھنے سے اضافی چربی بھی ختم ہوجاتی ہے۔ جس سے امراض قلب میں کمی ہوگی اور موٹی عورت کے وزن کم ہونے کی وجہ سے اولاد ہونے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح روزہ شوگر لیول، کولیسٹرول اور بلڈ پریشر میں اعتدال لاتا ہے۔ اس سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

ان فوائد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ افطار و سحر میں سادہ غذا کا استعمال کیا جائے۔ خصوصاً افطار میں ثقیل، مرغن اور تلی ہوئی اشیاء کا استعمال نہ کیا جائے۔ سب سے اہم بات جو ہمیشہ ذہن و دماغ میں مستحضر رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ روزہ جسمانی علاج کے لیے نہیں بلکہ تقویٰ پیدا کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے اس عبادت میں یہ فوائد بھی رکھے ہیں۔ اس احسان مندی کا تقاضا ہے کہ روزہ اسی نیت اور جذبہ سے رکھا جائے جس کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

انسانی سماج اور قرآن مجید

مروہ سبحانی فلاحی

عزت وذلت کا تعلق مال ودولت سے نہیں ، حسب ونسب سے نہیں، شہرت ونا موری سے نہیں ، کسی عہدے اور منصب سے نہیں۔ انسان کی عزت وذلت کا تعلق صرف اور صرف طاعت ومعصیت سے ہے۔ جواللہ کا فرماں بردار ہوتا ہے وہی عزت وکامرانی سے سرفراز ہوتا ہے، اور جو اپنے رب کا نافرمان ہوتا ہے وہی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اللہ کو ناخوش کر کے ، یا اس سے بے تعلق رہ کر کوئی انسان یا کوئی گروہ کبھی عزت نہیں حاصل کرسکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ[الحج:۱۸] ''اور جسے اللہ ذلیل وخوار کر دے اسے پھر کون عزت دینے والا ہے''۔ ہماری موجودہ ذلت وناکامی کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے رب کو بھول گئے اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

انسانی سماج نزول قرآن سے پہلے

چھٹی صدی عیسوی جس میں نبی کریمؐ کی بعثت ہوئی تاریخ کا بدترین دور تھا۔ انسانیت کے مستقبل اور اس کی بقاوترقی کے لحاظ سے انتہائی درجہ تاریک اور مایوس کن ، پوری انسانیت خودکشی کے راستے پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی۔ انسان اپنے خالق و مالک کو بھول چکا تھا۔ خود اپنے آپ کو، اپنے مستقبل اور انجام کو فراموش کر چکا تھا۔ اس کو دین وآخرت کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کی بھی فرصت نہیں تھی۔ دور دور تک ایک شخص بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو خدائے وحدہ لاشریک کا پرستار ہو۔ اس صورتِ حال کی تصویر خداوند کریم نے یوں کھینچی ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم

بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ. (الروم:۴۱)
''خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے
تاکہ مزہ چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا شاید کہ وہ باز آئیں۔''

سر ولیم میور نے عرب کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عنفوان شباب میں جزیرہ نمائے عرب بالکل ناقابل
تغیر تھا۔ شاید اس سے زیادہ ناامیدی کی حالت کسی اور زمانے میں نہ تھی''۔

انسان انسانیت کو خاک میں ملا رہا تھا۔ مادر گیتی اپنی پوری نسل کو زندہ دفن کر دینا چاہتی تھی۔ انسان کے روبرو آگ کا ایک سمندر تھا، ایک نہایت مہیب خندق، جس کی کوئی تھاہ نہیں، وہ اس میں چھلانگ لگانے کے لیے بے تاب تھا، اس کے پاؤں اٹھ چکے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کی تاریکی میں گم ہوجائے گا۔ قرآن اس کی تصویر کشی یوں کرتا ہے: وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَکُمْ مِنْهَا[آل عمران:۱۰۳] ''تم سب آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔''

غرض یہ کہ پوری زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی، بلکہ ٹوٹ گئی تھی۔ انسان انسان نہیں رہ گیا تھا۔ انسانیت کا مقدمہ اپنے آخری مرحلے میں خدا کی عدالت میں پیش تھا۔ انسان اپنے خلاف گواہی دے چکا تھا۔ خدائے رحمان ورحیم کو اپنی مخلوق پر رحم آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ارشاد ہوا: وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِین ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

نزول قرآن سے پہلے جزیرۂ عرب میں گرچہ بدویت (Desert life) کی بہت سی خوبیاں بھی موجود تھیں لیکن وہاں کی اخلاقی سطح مختلف پہلوؤں سے بہت پست تھی۔ وہاں کے سماج میں ظلم وزیادتی کا بازار گرم تھا۔ اس وقت کے ایک شاعر زہیر بن ابی سلمٰی کا یہ شعر اس صورت حال کی ترجمانی کر رہا ہے۔

ومن لم یزد عن حوضه بسلاحه
یهدم ومن لایظلم الناس یظلم

(سبع المعلقات، معلقة زهیر، ص:۱۱۰)

(جو اپنے ہتھیار سے اپنے حوض کی حفاظت نہیں کرے گا اس کا حوض ڈھا دیا

جائے گا اور جو دوسروں پر ظلم نہیں کرے گا لوگ اس پر ظلم کریں گے۔)

دور جاہلیت کا مشہور قول: أُنْصُرْ أَخَاکَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوْماً ”اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ یہ قول بھی اسی ذہنیت کی عکاسی کر رہا ہے۔

طرح طرح کی بے حیائیاں اور بدکاریاں اس سماج کا طرۂ امتیاز تھیں۔ اس کا بالکل وہی حال تھا جو ایک جاہلی سماج کا ہوا کرتا ہے۔ چاہے وہ آج کا سماج ہو یا دور قدیم کا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”دورِجاہلیت میں چار طرح کے نکاح رائج تھے۔ ایک نکاح تو وہ تھا جو آج کل رائج ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا اس کی سرپرستی میں رہنے والی کسی لڑکی کے لیے پیغام نکاح دیتا، پھر مہر ادا کر کے اس سے نکاح کر لیتا۔

دوسرا نکاح یہ تھا کہ آدمی اپنی بیوی سے کہتا، جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی ”فلاں شخص کو بلا بھیجو، اس سے بیج لے لو۔“ اس کا شوہر اس سے الگ ہو جاتا، اسے اس وقت تک ہاتھ نہ لگاتا جب تک اس بیج دینے والے شخص سے اس کا حمل نہ ظاہر ہو جاتا۔ حمل ظاہر ہو جانے کے بعد اگر اس کا جی چاہتا تو اس سے تعلق قائم کر لیتا۔ ایسا وہ محض اس لیے کرتا کہ اس کے ہاں ہونہار بیٹا پیدا ہو۔ یہ نکاح استبضاع کے نام سے مشہور تھا۔

تیسرا نکاح یہ تھا کہ کچھ افراد جو دس سے کم ہوتے کسی عورت کے پاس جاتے اور اس سے ہم بستری کرتے، اس سے حمل قرار پاتا اور بچہ پیدا ہوتا، بچے کی پیدائش کو جب کئی راتیں ہو جاتیں تو وہ ان سب کو بلا بھیجتی۔ چنانچہ سب اس کے ہاں جمع ہوتے کوئی آنے سے انکار نہ کرتا۔ وہ ان سے کہتی جو کچھ ہوا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔ اور اے فلاں! وہ تیرا بیٹا ہے جس کا چاہتی وہ نام لیتی اور وہ بچہ اسی کا ہو جاتا، وہ شخص اس سے انکار نہ کرتا۔

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہوتے اور وہ کسی عورت کے ہاں جاتے جو بھی اس کے پاس جاتا وہ انکار نہ کرتی، یہ طوائفیں ہوتیں۔ یہ اپنے دروازوں پر جھنڈے گاڑ دیتیں، جن سے وہ پہچان لی جاتیں۔ جس کا دل بھی چاہتا اس کے لیے ان کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا۔ اور جب ان میں سے کوئی عورت حاملہ ہوتی، اور بچہ جنتی تو وہ ایک تقریب مناتے۔ اور قیافہ شناس بلائے جاتے وہ جس سے چاہتے اس بچے کو منسوب کر دیتے۔ چنانچہ وہ اسے اپنا بچہ سمجھتا اور

اسی کے نام سے وہ پکارا جاتا، وہ اسے لینے سے انکار نہ کرتا‘‘۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح)

غرض یہ کہ جاہلیت نے صد ہا قسم کی خرافات پھیلا رکھی تھیں۔ اخلاقی حالت مذہبی حالت سے بھی زیادہ خراب تھی۔ جنگجوئی، انتقام پسندی، سفا کی اور خوں ریزی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑائی چھڑ جاتی تھی جس کا سلسلہ پشت ہا پشت تک جاری رہتا تھا۔ عربوں کی خانہ جنگیاں ’’ایام عرب‘‘ کے عنوان سے عرب کی تاریخ کا مستقل باب ہیں۔ شراب نوشی ان کی گھٹی میں پڑی تھی، عرب کا ہر گھر میخانہ تھا، بدمستی میں مال ودولت، ننگ وناموس سب قربان کر دیتے تھے۔ قمار بازی بڑے فخر ومباہات کی چیز تھی۔ گھر کی دولت حتیٰ کہ عورتیں تک بازی میں لگا دیتے تھے، سودخواری بھی یہودیوں کے اثر سے داخل ہوگئی تھی اور سود در سود سے مقروض کو تباہ کر ڈالتے تھے۔ چوری اور ڈاکہ بعض قبائل کا مستقل پیشہ تھا۔ فسق وفجور اور بے حیائی و بے شرمی ہنر بن گئی تھی۔ بڑے بڑے شرفاء اپنی عزیز عورتوں اور شریف خواتین کے عشق ومحبت کی داستان فخریہ عام مجمعوں میں بڑے مزے لے لے کر سناتے تھے۔ زنا کوئی عیب نہ تھا۔ عورتوں کی کوئی قیمت نہ تھی، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیتے تھے۔ نکاح کی کوئی متعین تعداد نہ تھی۔ بھیڑ بکری کی طرح جتنی عورتیں چاہتے تھے رکھ لیتے تھے۔ ان حالات کی عکاسی حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے نجاشی کے دربار میں کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا:

> ’’اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری اور قطع رحمی کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ زیادتی سے پیش آتے تھے۔ ہم میں کا طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ان حالات میں ہم میں خدا نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی، امانت داری اور حسب ونسب سے ہم سب واقف ہیں۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور ہمیں تعلیم دی کہ ہم بتوں کی پرستش چھوڑ دیں۔ صرف خدائے واحد کی پرستش کریں، سچ بولیں، امانت داری اور صلہ رحمی کریں، انسانوں کا حق ادا کریں، خوں ریزی اور حرام باتوں کو چھوڑ دیں، عفیفہ عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پیغمبر پر ایمان لائے، اس کی

تعلیمات کو قبول کیا، شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی، حلال وحرام کو پہچانا اور تمام اعمال بد سے باز آئے، اس جرم میں ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم کو طرح طرح کی اذیتیں دیتی ہے کہ ان باتوں کو چھوڑ کر پھر گمراہی اختیار کرلیں''۔ (یہ ساری تفصیلات مسند احمد بن حنبل ، ج۔۱،ص۔۲۰۲ اور سیرۃ ابن ہشام ، ج۔۱،ص۔۲۸۱ و مابعد میں مذکور ہیں)

غرض یہ کہ اس عالمگیر ظلمت میں جبکہ ہرطرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور کہیں نور حق کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ خدا کی مخلوق خدائی تعلیمات کے ساتھ انسانی اخلاق وشرافت کو بھی بھلا چکی تھی اور انسان کی بے قید آزادی اور خودغرضی سے نظام عالم درہم برہم ہو رہا تھا۔ ایک ایسے ہادیٔ برحق کی ضرورت تھی جو بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لگائے اور ایک پوری قوم کو نمونۂ عمل بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دے۔

انسانی سماج نزول قرآن کے بعد

عرب کے یہ حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپؐ پر اپنی کتاب قرآن پاک اتاری۔ حضورؐ کی بعثت اور نزول قرآن کے بعد عرب کی رُت بدل گئی ، انسانوں کے مزاج بدل گئے ، خدا کی محبت کا شعلہ بھڑک اٹھا، انسانوں کو خدا کو راضی کرنے ، خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی دُھن سوار ہوگئی ۔ قلوب میں نئی حرارت ، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں نیا سودا سما گیا۔ بے شمار انسان اپنی منزل مقصود کی تلاش میں کمربستہ ہوگئے ۔ قرآن نے اپنے ماننے والوں کی کایا پلٹ دی اور ان کے تن مردہ میں جان ڈال دی۔

غرض یہ کہ قرآن مجید وہ انقلابی کتاب ہے جس نے تاریخ عالم پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، اور جس کے برپا کیے ہوئے انقلاب پر پورا عالم انگشت بدنداں ہے۔ عرب کے بے آب وگیاہ صحرا میں ایک ایسا انسان اس کتاب کو لے کر اٹھتا ہے جس کی پشت پر نہ انسانوں کی کوئی تنظیم ہے نہ دولت وثروت کے انبار، اس نے ایسے معاشرے میں جنم لیا جس پر رنگ ونسل ، حسب ونسب ، غلام وآقا کا امتیاز بری طرح چھایا ہوا ہے۔ جہاں جان ومال اور عزت وآبرو کی کوئی ضمانت نہیں ۔ مگر تیئیس سال کے قلیل عرصہ میں یہ کتاب ان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

وہ چور اور ڈاکو تھے مگر اب وہ امانت و دیانت داری کی اعلیٰ مثالیں پیش کرنے والے بن جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی بیٹیاں گود میں لینے کے لیے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ انہیں اونٹ چرانا بھی نہ آتا تھا مگر اب اتنے کامیاب سیاست داں وحکمراں بن گئے کہ اکیسویں صدی کے سیاسی مفکرین بھی ان کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ایک امی قوم علم وفن کے باب میں اتنا آگے نکل گئی کہ ایک دنیا نے اسے اپنا معلم مانا۔ لوگوں کے مال کو شیر مادر سمجھ کر پی جانے والوں کی دیانت کا اب یہ عالم ہوگیا کہ بیت المال سے تھوڑا سا شہد لینے کے لیے بھی عوام سے اجازت لیتے ہیں، وہ عورتوں کو کوئی مقام نہ دیتے تھے مگر اب امیر المومنین کو بھی ان کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے بدلنی پڑتی ہے۔ انہیں اپنے حسب ونسب پر غرور تھا مگر اب حبشہ کے ایک سیاہ فام غلام کو ''یاسیدنا'' کہہ کر پکارتے ہیں، ان کے سینوں میں حکومت وسیادت کی خواہش نے کبھی کروٹ نہ لی تھی مگر اب وہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے حکمراں بن جاتے ہیں۔ جو کبھی فاقوں سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے اب ان کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر پڑے رہتے ہیں، جن کی کم مائیگی کا یہ عالم تھا کہ ان کا نام زبان پر لانا بھی لوگوں کو گوارا نہ تھا اب ان سے دوستی کو وہ اپنے لیے فخر سمجھتے ہیں۔ جو کبھی خودغرض تھے اب ان کے جذبۂ ایثار وقربانی کا یہ عالم ہے کہ دوسروں کے لیے جانیں دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ جن کی جبینیں نامعلوم کتنے دروازوں پر جھکتی تھیں اب بادشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ وحشت، جہالت، توہم پرستی اور طرح طرح کے تعصّبات پر مبنی معاشرے کو کچھ اس طرح بدلا کہ اب اس میں تہذیب وشائستگی، حکمت ودانش مندی، مساوات انسانی، تعاون، ہمدردی اور اخوت ویگانگت کا دوردورہ ہوگیا اور یہ لوگ صحیح معنوں میں خدا کی زمین کا نمک ثابت ہوئے۔ اور جس طرف نکل گئے وہاں کے پورے معاشرے کو اپنے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔ بالکل صحیح فرمایا صادق ومصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الکِتَابِ أَقْوَاماً وَیَضَعُ بِہِ آخَرِینَ۔ (صحیح مسلم)

قرآن کی یہ حیات بخش تعلیمات بہت ہمہ گیر اور بیش قیمت ہیں۔ ان کا سمجھنا بہت آسان ہے۔ ان پر عمل کرکے انسان برائیوں سے دور رہتا ہے اور ایک صالح زندگی گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کے سائے میں رہتا ہے۔ مصیبت اور پریشانیوں سے دور رہتا

ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جب ان قرآنی تعلیمات کو اپنایا اور ان سے اپنا رشتہ مضبوط رکھا تو وہ جہاں جہاں گئے کامیابی وکامرانی نے خود آگے بڑھ کر ان کے قدم چومے، لیکن جب مسلمانوں نے ان قرآنی تعلیمات سے روگردانی کی، کوتاہی کی اور قرآن سے اپنا رشتہ توڑ لیا، وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آج بھی جب ہم بصیرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ مسلمان اپنی اسی کوتاہی کی وجہ سے ذلت ورسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں نے اپنے مومنانہ اوصاف چھوڑ دیے ہیں۔حق کے مقابلے میں باطل کو اپنے گلے سے لگالیا ہے۔قرآنی تعلیمات اور قوانین وآئین سے دست بردار ہوکر سیکولر زم ،نیشنلزم اور دوسرے خدابیزار اِزموں سے اپنا رشتہ جوڑ لیا ہے ۔ اسلامی رسم ورواج کو چھوڑ کر یورپی تہذیب کے دلدادہ ہوگئے ہیں ۔ اسلامی شعائراور ملی تشخص کو نظرانداز کر کے غیر اسلامی شعائر کو اپنا لیا ہے اور قومی دھارے میں بہہ جانے کے لیے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔عبادات اور ذاتی معاملات میں بھی اس کا حال انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ نماز سے بے گانہ ، روزے سے بے خبر، زکوٰۃ سے بے پروا، والدین کے نافرمان ،حقوق ومعاملات میں خائن، ریاکاری میں آگے ،شراب خوری میں مست ، ڈاکہ زنی میں ماہر، چوری میں پیش پیش ، بڑوں کا احترام نہ چھوٹوں پر شفقت ،صغائر کا خیال نہ کبائر کا خوف، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمام امتیازات وخصوصیات جومسلمانوں کو دوسروں سے ممتاز کرنے والی ہیں بلکہ خدا کی نصرت وتائید کا سبب اور سربلندی وسرفرازی کا باعث بھی ہیں آج کا مسلمان ان سے یکسر عاری ہو چکا ہے۔

موجودہ عبرت ناک دور سے نکلنے اور دنیا کے افق پر ایک معزز اور باوقار قوم کی حیثیت سے نمودار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان قرآنی تعلیمات کی طرف لوٹیں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے ہر طرح کے نزاعات کو ختم کر کے یکسو اور متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے کے معین ومددگار اور مخلص ووفادار بنیں۔

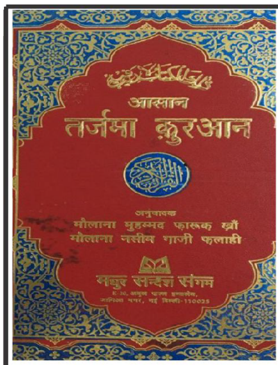

आसान तर्जमा क़ुरआन

آسان ترجمہ قرآن

اردو ترجمہ: مولانا محمد فاروق خاں

ہندی ترجمہ: مولانا نسیم احمد غازی فلاحی

مولانا محمد فاروق خاں کے آسان ترجمہ قرآن (اردو) کا نہایت آسان اور عام فہم ہندی میں ترجمہ۔ جس سے مسلمان اور غیر مسلم دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صفحات: 864 سائز: 20X30/8

- ہندی عام ایڈیشن قیمت 200.00
- ہندی ڈیلکس ایڈیشن قیمت 250.00
- اردو ایڈیشن قیمت 250.00

(ڈاک اور پیکنگ چارج بذمہ خریدار)

ہماری مطبوعات مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز سے بھی طلب کر سکتے ہیں۔

مدھر سندیش سنگم

मधुर सन्देश संगम

E-20,Abul Fazl Enclave,Jamia Nagar,New Delhi-110025,Phone 011-26953327. 09212356332,
E-mail: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

طلاقِ ثلاثہ

ایک علمی و تحقیقی بحث (قسط چہارم)

امت کے علماء وفقہاء کے غور وفکر کے لیے

مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی، استاذ فقہ، اسلامی اکیڈمی دہلی

وجوہِ الحاق میں سے طریقۂ قیاس کے اجراء کا جائزہ

یہاں سے موضوع پر بنیادی اصولی بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ آیتِ قرآنی اور اس کی تفاسیر، اور اس کی تطبیقی و مصداقی صورتوں پر نظر ڈالنے کے بعد، اصلاً یہ جائزہ لینا ہے کہ مذکورہ الحاقی صورتوں کو حکمِ منصوص (تحریمِ زوجہ) سے ملحق کرنے کی اصولی بنیاد کیا ہے؟ اس جائزہ کے بعد، ہم ان (تین) فقہی رایوں اور ان کے دلائل کا جائزہ لیں گے، جو امت کے فقہاء بشمول شیعہ کے درمیان پائے جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا علمِ اصول میں کوئی ایسا طریقہ ہے، جس کے ذریعہ، غیر منصوص مسئلہ (زیرِ بحث طریقۂ طلاق) کو منصوص طریقۂ طلاق کے حکم (حرمتِ غلیظہ) سے ملحق کیا جا سکے؟

جواب یہ ہے کہ منصوص الحکم مسائل کے ساتھ، مسکوت الحکم مسائل کے الحاق کا سب سے زیادہ مستعمل اور معتبر طریقہ قیاسِ اصولی ہے، جو اجتہادی دلائل میں سب سے معروف دلیل ہے۔ اس کی بنیاد علت اور مَناط پر ہوتی ہے۔ اس میں مسکوت الحکم مسئلہ کا حکم، منصوص الحکم مسئلہ پر قیاس کر کے معلوم کیا جاتا ہے۔ قیاس کی بنیاد، منصوص الحکم مسئلہ میں پائی جانے والی وہ علت ہوتی ہے، جو مسکوت الحکم مسئلہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسی اشتراکِ علت کی بنا پر، منصوص کا حکم، مسکوت پر لگایا جاتا ہے۔

طریقۂ طلاقِ ثلاثہ کے زیرِ بحث مسئلہ میں، ہم اس بات کا تجزیہ کریں گے کہ کیا قیاس کا قاعدہ، یہاں جاری ہوسکتا ہے؟ یعنی اشتراکِ علت کی بنا پر حکمِ اصل کا تعدیہ فرع (زیرِ بحث مسئلہ) کی طرف ہوسکتا ہے؟

اس غرض کے لیے، سب سے پہلا کام، حکمِ منصوص کی تعلیل یا استخراجِ علت یا تخریجِ مناط ہے، یعنی منصوص حکم (حرمتِ غلیظہ) کی علت متعین کرنا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فقہائے محققین کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ شریعت کا ہر حکم معلول بہ علت ہے۔ لہٰذا ہم دیکھیں گے کہ منصوص طریقۂ طلاق میں تحریمِ زوجہ کے حکم کی علت کیا ہے؟

معرفتِ علت کے تین مسالک:

معرفتِ علت کے تین مسالک ہیں:

۱۔ کتاب وسنت کے نص کے ذریعہ علتِ حکم معلوم کرنا، اگر وہ نص میں مذکور ہو۔

۲۔ اجماع کے ذریعہ معلوم کرنا، اگر مجتہدینِ امت نے استنباط کے ذریعہ کوئی علت بالاتفاق متعین کی ہو۔

۳۔ حکم اور اس کی نص کے درمیان امکانی علتوں میں تنقیح یا سَبر وتقسیم کے ذریعہ، علت کو معیَّن کرنا۔ جب علت، نص اور اجماع میں مذکور نہ ہو تو سَبر یعنی اختبار اور تقسیم یعنی متعلقہ اوصاف میں، علّیت کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے، بعض وصف کو مستبعد کی خانہ میں ڈالنا اور بعض کو باقی رکھنا۔

کسی وصف کی علّیت کا پیمانہ، اس کے اندر تین باتوں کا پایا جانا ہے: وہ وصف: اولاً مناسب ہو۔ یعنی مقصد وحکمتِ حکم کی تحقیق وتکمیل کے لیے مناسب ہو۔ ثانیًا ظاہر ہو، یعنی مُدرَک بالحسّ ہو۔ ثالثاً منضبط ہو، یعنی ضبط میں آسکے اور ضابطہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لوگوں کے ذہن وعقل کے مطابق ہو۔

زیرِ بحث مسئلے میں، کتاب وسنت اور اجماع کے ذریعہ علت کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے، تنقیح اور سَبر وتقسیم کے عمل کے ذریعہ ہی علت کی تعیین کرنی ہوگی۔ اور دیکھنا ہوگا کہ وصف

میں علیت کی تینوں باتیں پائی جائیں۔

حکمِ تحریم کی تعلیل

طلاق کی باری اور اس کی گنتی کے پہلو سے، طریقۂ طلاق کی اصل نص یہ ہے: **الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاک ... أَوْ تَسْرِیْح .... فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْد** ...(البقرۃ: ۲۲۸۔۲۲۹)۔

اس پوری عبارت میں سب سے پہلے، آخری ٹکڑا لیں: '**فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْد**'۔اس میں تحریمِ زوجہ کا حکم، تیسری بار کی طلاق کے متصلاً بعد ہے۔نحوی ترکیب میں:

'**فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْد**' کا ٹکڑا،'**فَإِن طَلَّقَهَا** کا جوابِ شرط ہے۔اس کا مطلب ہے کہ تحریم کا سبب، تیسری بار کی طلاق ہے۔اگر تیسری بار کی طلاق واقع نہ ہو، بلکہ ایک یا دو بار کی ہی طلاق واقع ہو، تو عورت حرام نہیں ہوگی۔ظاہر ہے کہ طلاق تیسری بار کی طلاق اسی وقت ہوگی، جب اس سے پہلے دو بار، دیگر طلاقیں واقع ہوں، اور وہ اسی وصف پر ہوں جو شارع نے اس کے اعتبار کے لیے مقرر کیا ہو۔چناں چہ آیتِ مرتان میں، پہلی اور دوسری بار کی طلاقیں، جس وصف یا قید کے ساتھ مذکور ہیں، وہ یہ ہے کہ ہر طلاق کے بعد یا تو امساک ہو یا تسریح ہو۔

آیت کے مطابق، تین بار کی طلاقوں والا پورا طریقۂ طلاق، پانچ افعال سے مرکب ہے: (طلاق-امساک اوتسریح)-(طلاق-امساک اوتسریح)-طلاق (تحریم)۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ '**فَلاَ تَحِلُّ لَهُ**' (تحریم کا حکم)، منفرد طور پر '**فَإِن طَلَّقَهَا**' میں مذکور تیسری طلاق کا نتیجہ نہیں ہے۔بلکہ (طلاق-امساک اوتسریح) پھر (طلاق-امساک اوتسریح) پھر طلاق ثالث کے مرکب طریقہ کا نتیجہ ہے۔تیسری بار کی طلاق، پہلی اور دوسری بار کی ہر طلاق کے بعد امساک یا تسریح کے بعد واقع ہو، تب ہی حکمِ تحریم وجود میں آئے گا۔گویا حکمِ تحریم کی علت، مذکورہ پانچوں افعال کا پورا سلسلہ ہے، محض اس کی کوئی ایک کڑی جیسے آخری طلاق، یا محض طلاق کی تین کڑیاں نہیں۔ان پانچ افعال کے مرتّب سلسلہ میں سے کسی ایک کڑی کو حذف کرنا یا ترتیب کو بدلنا، حکم کی علّت کو ناقص کرنا یا اس کے تأ ثیری طبیعت میں خلل ڈالنا ہے اور اس طرح حکم (نتیجہ) کے انتاج میں مانع ہونا ہے۔

غرض اس منصوص الحکم طریقۂ طلاق میں،حکمِ تحریم کی علت ، تیسری طلاق کا ، دو ایسی طلاقوں کے بعد واقع ہونا ہے، جن میں سے ہر ایک کے بعد امساک یا تسریح واقع ہوا ہو۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ منصوص یا مستنبط علت،علیّت کی شرائط پر پورا اترتی ہے۔

وصف کا علیّت کی تینوں شرطوں پر پورا اترنا

کسی وصف کے علت قرار پانے کے لیے شرط ہے کہ اس میں تین باتیں پائی جائیں: وہ وصفِ مناسب ہو۔ وصفِ ظاہر ہو۔ وصفِ منضبط ہو۔

مطلقہ ثلاثا کے حکمِ تحریم کی استنباط کی ہوئی یہ علت،علّیت کی تینوں شرطیں پوری کرتی ہے:

یہ ایک وصفِ مناسب للحکم ہے۔یعنی حکمت ومقصدِ حکم کو پورا کرتا ہے۔حرمتِ غلیظہ کے حکم کی حکمت کے دو پہلو ہیں : اول، تیسری طلاق کے بعد امساک پر پابندی، مطلقہ پر امکانی ظلم کے باب کو بند کرتی ہے۔تیسری طلاق کے بعد تسریح کی صورت میں ، نکاح پر پابندی، خاندانی استحکام کو کمزور کرنے میں فریقِ شوہر کے ساتھ ،فریق عورت کی شرکت کے امکان پر روک لگاتی ہے۔ثانی، ابتدائی دو طلاقوں میں سے ہر طلاق کے بعد، مجموعی طور پر دو بار امساک کی اجازت دینا،مرد کے لیے ترخیص وتیسیر ،اوراسے مضرت سے بچنے کا موقع دیتا ہے۔

یہ ایک وصفِ ظاہر ہے۔ اس کا حِسّی طور پر ادراک کیا جا سکتا ہے۔یعنی (طلاق، امساک)، (طلاق، امساک)، طلاق کے سارے افعال کا وجود معلوم اور متعین کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات ،حکم کے مقصد وحکمت کی طرح خفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ ایک وصفِ منضبط ہے۔اس میں ضابطہ بننے کی صلاحیت ہے۔

تعلیل کا خلاصہ ، قیاس کے سانچے میں قیاس کو قاعدہ میں، بہ شمول نص، پانچ ارکان ہوتے ہیں: ۱۔نص (نصّ الحکم)، ۲۔اصل (اصل الامر)، ۳۔حکم (حکم الاصل)، ۴۔علّۃ (علۃ الحکم)، ۵۔فرع (الامر الفرعی اوالمقیس)۔

زیرِ بحث مسئلے میں، پانچوں ارکانِ قیاس کی تلاش کرتے ہیں:

۱۔النص القرآنی (دلیل حکم الاصل):الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاک ... أَوْ تَسْرِیح .... فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْد ... (البقرۃ: ۲۲۸۔۲۲۹)

۲۔ الاصل (المقیس علیه او اصل القیاس) : طریقة الطلاق، بان یکون طلاق فامساک او تسریح، ثم طلاق فامساک او تسریح، ثم طلاق فی المرّة الثالثةفتحریم۔

یہاں قیاس کی اصل، طلاق کا طریقہ ہے، اس طرح کہ ایک طلاق ہو پھر معاً بعد امساک یا تسریح ہو، پھر طلاق ہواور معا بعد امساک یا تسریح ہو، پھر تیسری بار طلاق ہو۔

هذا اصل، لانه ورد النص بحکمه: فان طلقها فلا تحل له، الدال علیٰ تحریم المطلقة فی المرة الثالثة، بعد تطلیقتین متخللتین بامساکین، او تسریحین وقع بعدهما نکاحان۔

طریقۂ طلاق، اصل اس لیے ہے کہ نصّ اپنے حکم **فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْد** کے ذریعہ، تیسری بار کی طلاق یافتہ عورت کی تحریم بتانے آئی ہے۔ ایسی تیسری بار کی طلاق، جس کے پہلے دو ایسی طلاقیں واقع ہوئی ہوں، جن کے درمیان دو امساک، یا دو ایسی تسریح واقع ہوئی ہوں، جن کے بعد دونوں بار نکاحِ جدید ہوا ہو۔

۳۔حکم الاصل: **تحریم المطلقة** (حرمتِ غلیظہ)۔ یہاں اصل کا حکم، تحریمِ مطلقہ ہے۔

۴۔العلّۃ (علۃ الحکم اومَناط الحکم): **کون کیفیة الطلقات الثلاث بحیث ان یکون طلاق فامساک او تسریح، ثم طلاق فامساک او تسریح، ثم طلاق۔**

تحریمِ مطلقہ کے حکم کی علت ہے: تین طلاقوں کا اس طریقہ سے دیا جانا کہ طلاق ہو پھر معًا بعد امساک یا تسریح ہو، پھر طلاق ہواور معًا بعد امساک یا تسریح ہو، پھر تیسری بار طلاق ہو۔

او ایقاع الطلاق فی المرة الثالثة بعد تطلیقتین متخللتین بامساکین او تسریحین (بعدهما نکاحان) او بامساک و تسریح (بعده نکاح)۔

یا بالفاظِ دیگر علت ہے: تیسری بار طلاق کو واقع کرنا، دو ایسی طلاقوں کے بعد جن کے درمیان دو امساک ہوں یا دو ایسی تسریح ہوں جن کے بعد دو نکاحِ جدید ہوں، یا ایک امساک اور ایک ایسی تسریح ہو، جس کے بعد نکاح ہو۔

۵۔فرع القیاس (المقیس): **طریقة الطلاق : التطلیقات الثلاث فی مجلس**

واحد ۔جو مسئلہ درپیش ہے اور جس کا حکم جاننے کے لیے قیاس کی مدد لی جا رہی ہے، وہ ہے: بیک مجلس تین طلاق دینے کا طریقہ۔

قیاس کی کوشش کا انجام

اصل طریقۂ طلاق اور فرع طریقۂ طلاق کے درمیان، قیاس کے عمل میں، علت کا اشتراک موجود نہیں ہے۔ اس لیے حکمِ اصل یعنی تحریم، فرع کو متعدی نہیں ہوگا۔ بیک مجلس تین طلاق سے تحریم ثابت نہیں ہوگی۔ یہ علت، ایک مرکب علت ہے۔

تحریمِ مطلقہ کی علت، ایک مرکب علت ہے۔ اس کے دو اجزاء ہیں: الف۔ طلاق کا تیسری بار ہونا۔ ب۔ پہلی اور دوسری بار کی ہر طلاق کے بعد امساک یا تسریح کا ہونا۔

علت کے مرکب ہونے کی ایک معروف مثال، اشیاء ربویہ ستہ کے، باہم تفاضل کے ساتھ مبادلہ کی حرمت ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس حرمت کی علت تین باتوں سے مرکب ہے: اتحادِ جنس، تفاضل، تقدیر بالکیل والوزن۔ مالکیہ کے نزدیک، سونا اور چاندی میں: اتحادِ جنس، تفاضل اور ثمنیت ہے، جب کہ گیہوں، جو، چھوہارا اور نمک میں: ثمنیت کی جگہ طعم و اقتیات ہے۔

قیاس کے صحیح ہونے کی شرطیں

یہاں سوال یہ ہے کہ اس مستنبط علت کی بنیاد پر، قیاس کو جاری کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ قیاس، حکم کو اصل سے فرع کی طرف متعدی کرنے کو کہتے ہیں۔ قیاس کی صحت کے لیے، کئی شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قیاس کا عمل، احکامِ نصّ کے کسی حکم کی تغییر کو متضمن نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ حکم (حکم الاصل) کو اولاً، معقول المعنیٰ، اور ثانیاً، غیر مختص ہونا چاہیے۔ تیسرے یہ کہ علت (علۃ الحکم) کو قاصر علی الاصل نہیں ہونا چاہیے۔

تحریمِ مطلقہ ثلاثا کا حکمِ تحریم، ایک منفرد اور مخصوص حکم ہے۔ طلاق کے احکام میں، تحریمِ مطلقہ کا حکم، ایک منفرد اور مخصوص نوعیت کا حکم ہے۔ عرف و عادت میں، لامتناہی طلاق و امساک کا سلسلہ جاری تھا۔ اس حکم کے ذریعہ، اس کو دو بار تک محدود کر کے، طلاق کی تکرار کی تعداد کو تین تک محدود کر دیا گیا۔ یک طرفہ طور پر، صرف مرد فریق کو طلاق دینے کا، اس کے بعد

یک طرفہ ہی طور پر امساک کا حق دینا، پہلے ہی خلافِ قیاس تھا۔ اب امساک کے حق کو دو بار تک محدود کرنے کا یہ حکم، پوری طرح معقول المعنیٰ اور قرینِ قیاس ہے۔ یہ تحدید، شارع نے، مرد فریق پر، دوسرے فریق کے تحفظ میں قائم کی۔ یک طرفہ حقِ امساک کی صورت میں، عورت فریق پر جو اعتداء اور ضرر ہوسکتا تھا یا ہو رہا تھا، وہ لا متناہی طلاق اور امساک کی صورت میں تھا، اس کا تدارک کیا گیا۔ یہ مقصد صرف امساک پر پابندی سے بھی حاصل ہوسکتا تھا مگر اس سے آگے بڑھ کر نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔ یہ ایک خاص بات ہے۔

اعتداء اور ضرر کا یہ اندیشہ امساک والی صورت میں تھا، تسریح کے بعد نکاح والی صورت میں نہیں۔ پھر بھی تیسری طلاق کے بعد نئے نکاح پر بھی روک لگا دی گئی۔ تسریح کے بعد نکاح کی صورت میں مرد کو یک طرفہ کوئی حق نہیں ملا تھا۔ دونوں اطراف کی تراضی تھی۔ عورت کو اعتداء کا بہ ظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود تسریح کے بعد نکاح کے اختیار کو بھی دو بار تک محدود کر دیا گیا، اور تیسری طلاق کے بعد نئے نکاح پر بھی روک لگا دی گئی۔ تحریم کا حکم اپنی اصل وضع میں امساک پر پابندی کے لیے تھا۔ مگر تسریح کے بعد نکاح کو بھی شامل ہوگیا۔

اسی طرح، حکم کی خاصیت یا انفرادیت یہ بھی ہے کہ حرمتِ غلیظہ کے بعد، مطلقہ کے پھر سے حلال ہونے اور تراجع کی ایک شکل، نکاحِ زوجِ غیر، اور اس سے طلاق ہو جانے کے بعد تجویز کر دی گئی۔ اس طرح یہ حکم، تسریح کے باب میں، بڑی حد تک غیر معقول المعنیٰ، اور نکاحِ زوجِ غیر اور پھر طلاق کے بعد تراجع کے باب میں انتہائی حد تک منفرد ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ غور و فکر کرنے پر ان سب باتوں کی حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ تاہم حکم کے معاملہ میں، حکمت کی اصل بات یہی ہے کہ حکم دینا اللہ ملِک قدوس، اور علیم و خبیر و حکیم کا ذاتی اختیار ہے۔ **ان اللہ یحکم ما یرید. واللہ یعلم وانتم لا تعلمون** ۔ علم المقاصد میں موجودہ رجحان یہ ہے کہ کوئی حکم غیر معقول المعنیٰ نہیں ہے۔ یہ فقیہ کی اپنی نارسائی یا ناکامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہاء جب کسی حکم کو غیر معقول المعنیٰ کہتے ہیں تو ان کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ کہ وہ قیاس کے دائرے سے باہر ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حکم معقول نہیں ہے، یا اس کا مقصد یا حکمت ہر اعتبار سے ناقابلِ فہم ہے۔

حکمِ تحریم کی علت، علتِ قاصرہ ہے

اپنی طبیعت میں یہ علت، علتِ قاصرہ ہے، متعدیہ نہیں۔ کیوں کہ یہ علت، اپنی اصل کے علاوہ کسی فرع (فرد) میں نہیں پائی جاتی۔ حرمتِ غلیظہ کے حکم والی طلاق کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، جو نصِّ قرآنی میں مذکور ہے۔ یعنی تیسری بار کی ایسی طلاق، جس سے پہلے دو بار کی طلاقوں میں سے ہر ایک کے بعد، امساک یا تسریح کا کوئی ایک خیار لازمًا ہو۔ طلاق کے جن طریقوں میں، یہ علتِ مرکب نہ پائی جائے، ان طریقوں پر، حرمتِ غلیظہ کا حکم مرتَّب نہیں ہوسکتا۔ غرض یہ واضح ہے کہ طلاقِ ثلاثہ کا صرف وہ طریقہ، جس میں یہ علت مرکب پائی جائے، اسی طریقۂ طلاق کا حکم، تحریمِ مطلقہ ہوگا، اور جس طریقہ میں یہ علت نہ پائی جائے، اس کا حکم، تحریمِ مطلقہ نہیں ہوگا۔ منصوص طریقہ کے سوا، کسی اور طریقہ میں یہ علتِ مرکب پائی نہیں جاتی۔ یہ قیاس نہیں ہے۔

طریقۂ طلاق میں عرفًا اصل یہ تھا کہ طلاق کے بعد، امساک کیا کرتے تھے، یا تسریح کر دیا کرتے تھے۔ قرآنی حکم نے ایسا دو بار کرنے کی اجازت تو بہ حال رکھی، تیسری طلاق کے بعد امساک پر، اور جدید نکاح پر پابندی لگا دی۔ اب امساک و تسریح کے بغیر، ایک ہی تسلسل میں تین بار طلاقیں دے کر، امساک و نکاح کو ختم کرنا، گویا شرعی قانون میں، درمیانی دو بار کے امساک یا تسریح کی گنجائش کو معطل اور منسوخ کرنا ہے۔ نص کے معنیٰ میں تعطل یا نسخ و نقص پیدا کرنا، قیاس، اجتہاد یا استنباط کا وظیفہ نہیں ہے۔ قیاس کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ وہ نص کے احکام میں سے کسی حکم کی تغییر نہ کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تحریمِ مطلقہ کا حکم، ایک منفرد و مخصوص اور بعض پہلو سے ایک غیر معقول المعنیٰ حکم ہے، اس کا مصدر محض شارع کی حیثیت اور غیر معلوم یا گہری حکمت ہے۔ اور حکم کی علت، ایک ہی وضع میں قاصر ہے، کسی دوسرے طریق میں متحقق نہیں ہوسکتی، اس لیے منصوص طریقۂ طلاق کے سوا، طلاقِ ثلاثہ کا کوئی طریقہ حکمِ تحریم کو منتج نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کوئی دوسرا طریقہ، نص کے احکام میں سے کسی حکم میں ضرور کسی تغیر کو متضمن ہوگا، جو علت کی مخالفت کے ساتھ، حکم کی حکمت و مقصد کے بھی خلاف ہوگا۔ اوپر کی بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ طلاقِ

ثلاثہ کی معروف الحاقی صورت، قیاس کے واسطہ سے منصوص طریقۂ طلاق سے ملحق نہیں ہو سکتی۔اسی لیے یہ صورت قیاس کے دائرہ اوراس کی رسائی سے خارج ہے۔

الحاق کا کوئی اور طریقہ موجود نہیں

قیاس کے علاوہ، کسی مسئلہ کو منصوص الحکم مسئلہ سے ملحق کرنے کا کوئی اور قاعدہ ،علمِ اصول میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب ،کلیتاً نفی میں ہے۔۱۔ قاعدہ سدّ الذریعہ اور مراعاۃ المآل کے تحت کسی حلال لذاتہ حکم کی تحریم (تحریم لغیرہ)،۲۔مخمصہ یا اکراہ میں کسی حرام لذاتہ کی تحلیل (تحلیل لغیرہ)،۳۔مصلحتِ معتبرہ یا استصلاح کے تحت کسی امر کی مشروعیت،۴۔ عرف و عادت کے تحت استصحاب الحال، یا ۵۔دو قیاسوں میں سے مصلحتاً کسی ایک کا استحسان وغیرہ قواعدِ اصولیہ، اپنی اپنی جگہ پر تشریع و انشاءِ حکم میں اپنا وظیفہ انجام دیتے ہیں۔ زیرِ بحث مسئلہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور کوئی یہاں منطبق نہیں ہوتا۔

جب بیک مجلس تین طلاق کے طریقہ سے حرمتِ غلیظہ کا حکم نکالنے کی کوئی اصولی و شرعی بنیاد موجود نہیں ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن کے حکمِ منصوص اور طریقۂ منصوص کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے، اس سے ہٹ کر زیرِ بحث طریقۂ طلاق کو (حرمت کے حکم کے ساتھ) قرآن پر، بہ طورِ مستقل اضافہ کے مانیں۔ یہی کام بہت سے لوگوں نے بعض احادیث و آثار کے نام پر، یا عقود پر قیاس کے نام پر کیا ہے۔یعنی حکم (تحریم) تو قرآن کا ہے۔مگر اس کے حصول کے لیے طریقہ، خارج سے ایجاد کیا ہے۔اس سے ذرا ملتی ہوئی صورت رؤیتِ ہلال کے مسئلے میں ملتی ہے۔ قرآن و حدیث ، مہینے کے تعین کے لیے شہودِ شہر اور رؤیتِ ہلال کے طریقے کو واجب کرتے ہیں، مگر بہت سے لوگ تعینِ شہر کو اصل مقصود بتا کر ، نیا طریقہ حسابی کلینڈر کا ایجاد کر لیتے ہیں۔ بہر حال موضوع کے اس پہلو پر آئندہ، احادیثِ باب کے تحت مستقل بحث ہوگی۔

(بقیہ اگلی قسط میں)

مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا جائزہ

محمد انس فلاحی، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ
anasfalahi@gmail.com

وقفے وقفے سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م۱۹۷۹ء) کی شخصیت اور ان کی کتاب 'خلافت وملوکیت' پر بحث چھڑ جاتی ہے۔ بحث نئی ہوتی ہے نہ دلائل نئے، البتہ لوگ ضرور نئے آجاتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کے افکار ونظریات پر نقد وتنقید اس سے قبل بارہا ہو چکی ہے، اس کے لیے باقاعدہ شعبے قائم کیے گئے، کتابیں لکھی گئیں، پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

علمی نقد جس کی ضرورت تھی، وہ خوب ہوا۔ بہر حال اس کی ضرورت ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ علمی نقد کرنے والوں میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی کتاب 'تحریک جماعتِ اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ'، مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے 'عصرِ حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح'، مولانا منظور نعمانی نے 'مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت'، اور مولانا وحید الدین خاں نے 'تعبیر کی غلطی' میں کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تنقیدیں باوزن سمجھی گئیں۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار کتابیں لکھی گئیں، ہزاروں سے زائد مضامین اب تک لکھے جا چکے ہیں۔ جن کے بارے میں یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ان مصنّفین کی کتابیں اور تحریریں اُردو خزانے میں ردّی کا ڈھیر ثابت ہوئی ہیں۔

مولانا مودودیؒ کے دفاع میں بھی بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے اہم مولانا عامر عثمانیؒ کی کتابیں جماعتِ اسلامی کا جائزہ، تجلیاتِ صحابہ (خلافت وملوکیت کے اعتراضات کے جواب میں)، تفہیم القرآن پر اعترضات کی علمی کمزوریاں، (مرتب سید مطہر

نقوی امروہوی) ہیں۔اس کے علاوہ مولانا ملک غلام علیؒ کی کتاب 'خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ'، مولانا مفتی محمد یوسف کی 'مولانا مودودیؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ' (دو جلدیں)، اور مولانا سید حامد علیؒ کی کتاب 'قرآنی اصطلاحات اور علمائے سلف وخلف'۔ یہ کتابیں فکرِ مودودیؒ کی وضاحت کے لیے علمی انداز میں لکھی گئی ہیں۔اس کے ساتھ ہی مولانا مودودیؒ کی شخصیت پر بھی بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔مولانا یوسف بھٹہ کی 'مولانا مودودیؒ اپنی اور دوسروں کی نظر میں'، تذکرہ سید مودودیؒ' (مرتب: مولانا خلیل احمد حامدی)، 'ابوالاعلیٰ مودودیؒ علمی وفکری مطالعہ' (مرتبین رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد،) سید حمیرہ مودودی کی 'شجرہ ہائے سایہ دار'، ترجمان القرآن کے دو خصوصی شمارے (مطبوعہ: نومبر ۲۰۰۳ء، مئی ۲۰۰۴ء) اور علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب 'نظرات فی فکر الإمام المودودیؒ' ترجمہ: 'امام مودودیؒ ایک مصلح، ایک مفکر، ایک مجدد' (مترجم: ابوالاعلی سید سبحانی) مولانا مودودیؒ کی شخصیت اور کردار کو جاننے اور سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔

علمی وفکری کام

مولانا مودودیؒ کی عظمت اور قبولیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ان کی اکثر کتابوں کے چالیس اور بعض کے پچہتر زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ بالخصوص 'رسالہ دینیات'، 'خطبات'، 'پردہ'، 'الجہاد فی الاسلام' کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے، جہاں ان کی تحریر وتحریک کے اثرات مرتب نہ ہوئے ہوں۔

کفر والحاد اور مغرب زدہ طبقہ آپ کی کتابوں کے ذریعے ہی اسلام پر نہ صرف گامزن ہوا بلکہ اسلام کا علم بردار بن گیا۔خدا نے ان کی تحریر میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ قاری اسلام کو سمجھنے اور ماننے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ مسلمان ہونا اپنے لیے باعثِ 'شرف' سمجھے اور اس کا داعی بن جائے۔

اسلامیات پر مولانا مودودیؒ کے لٹریچر نے قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس پر مولانا مودودیؒ کی تحریریں موجود نہ ہوں۔وہ چاہے تفسیر، حدیث، فقہ، سماجیات ومعاشیات اور سیاسیات ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا مودودیؒ کی کتاب 'تفہیمات' (۵ جلدیں)، 'تنقیحات'، 'استفسارات' (۳ جلدیں) 'اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی' اور 'اسلامی ریاست' یہ تمام کتابیں اسلام اور اسلامی نظام کی تشریح وتوضیح اور مغربی تہذیب جس کے مسلمان دلدادہ ہو رہے تھے، کا بے لاگ و بے باک تنقید کا نتیجہ ہیں۔

منکرینِ حدیث کے فتنے کے سلسلے میں جہاں دیگر علمائے کرام کی کوششیں قابلِ قدر ہیں، وہیں مولانا مودودیؒ کی کوششیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔اس فتنے کی بیخ کنی کرنے میں مولانا مودودیؒ کی کوششوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔'سنت کی آئینی حیثیت' اور 'رسائل ومسائل' (۵جلدیں) میں مولانا مودودیؒ نے منکرینِ حدیث کے اعتراضات کے علمی وعقلی جواب دیے ہیں، حدیث وسنت کی قانونی اور شرعی حیثیت کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔اس کے ساتھ ہی قادیانیوں کے خلاف بھی آپ کی کوششیں قابلِ قدر ہیں۔اس فتنے کی سرکوبی کے لیے آپ نے 'قادیانی مسئلہ' نامی کتاب لکھی جس کی پاداش میں پھانسی کی سزا بھی سنائی گئی تھی۔

غرض یہ کہ مولانا مودودیؒ نے اندرون و بیرون سے آنے والے فتنوں کی نہ صرف نشان دہی اور تنقید کی بلکہ ساتھ ہی دنیا کے سامنے اسلام کو قابلِ عمل نظام کے طور پر پیش کیا۔اسلامی نظامِ زندگی، اسلامی قانون اور اسلامی معیشت وتجارت کو دنیا کے سامنے متبادل کے طور پر پیش کیا۔

'خلافت وملوکیت' اعتراض کی بڑی وجہ

مولانا مودودیؒ کی اس تصنیف کو سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور بنایا جاتا ہے۔یہ کتاب نصف صدی قبل ۱۹۶۶ء میں منظرِ عام پر آئی۔اس کے رد میں متعدد کتابیں اور مضامین منظرِ عام پر آئے۔اس کتاب کی وجہِ تصنیف اور موضوعِ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں:

> ''آج جو لوگ بھی علمِ سیاست کے سلسلے میں اسلامی نظریۂ سیاست کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے سامنے ایک طرف تو وہ نظامِ حکومت آتا ہے جو رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں قائم تھا، اور دوسری طرف وہ

بادشاہی نظام آتا ہے جو بعد کے ادوار میں ہمارے ہاں چلتا رہا۔ دونوں کے درمیان اصول، مقاصد، طریقِ کار اور روح ومزاج کا نمایاں فرق محسوس کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے ان دونوں کی یکساں اطاعت کی ہے، دونوں کے تحت جہاد ہوتا رہا ہے، قاضی احکامِ شریعت نافذ کرتے رہے ہیں، اور مذہبی وتمدنی زندگی کے سارے شعبے اپنی ڈگر پر چلتے رہے ہیں۔ اس سے لازماً سیاست کے ہر طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصل اسلامی نظریۂ سیاست کیا ہے؟ کیا یہ دونوں بیک وقت اور یکساں اسلامی نظام ہیں؟ یا اسلامی نقطۂ نظر سے ان کے درمیان کوئی فرق ہے؟ اور اگر فرق ہے تو ان دونوں کے تحت مسلمانوں نے جو بظاہر ایک سا طرزِ عمل اختیار کیا ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ میں سمجھتا کہ دماغوں کو ان سوالات پر سوچنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے، اور ان کا جواب آخر کیوں نہ دیا جائے۔'' (۱)

یہی فکر اس کتاب کی وجہِ تصنیف بنی۔ یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے ابتدائی ابواب 'قرآن کی سیاسی تعلیمات'، 'اسلام کے اصولِ حکمرانی' اور 'خلافتِ راشدہ کی خصوصیات' انتہائی اہم ابواب ہیں۔ اس کتاب کے رد میں مولانا مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب 'حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق' لکھی۔ مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب میں اس حصے سے بحث کی ہے جس کا تعلق حضرت معاویہؓ سے ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کے اعتراضات کا جواب مولانا ملک غلام علیؒ نے اپنی کتاب 'خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ' میں تفصیل سے دیا ہے۔ لیکن مفتی تقی نے اصل موضوع پر گفتگو نہیں کی ہے، یعنی خلافت سے ملوکیت کا سفر کیسے شروع ہوا، ان کی کتاب صرف 'خلافت وملوکیت' میں منقول مواد کی تصحیح وتضعیف پر مشتمل ہے۔ اس کے رد میں دوسری کتاب مولانا صلاح الدین یوسف نے 'خلافت وملوکیت تاریخی وشرعی حیثیت' لکھی۔ اس میں منقولہ مواد کی تصحیح وتضعیف کے ساتھ کتاب کے اصل مسئلے سے بھی کسی حد تک بحث کی گئی ہے۔

'خلافت وملوکیت' لکھے ہوئے نصف صدی سے زائد گزر چکی ہے۔ اس پر جو اعتراضات ہو سکتے تھے اس کے جوابات دیے جا چکے ہیں۔ اس میں مولانا مودودیؒ نے صرف اتنا کام کیا

ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں اس موضوع سے متعلق جو مواد محفوظ تھا اسے ایک خاص ترتیب سے نقل کر دیا ہے۔ اس سے اختلاف کی پوری گنجائش ہے۔

'خلافت وملوکیت' کو پڑھتے وقت اس کے موضوع کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے مولانا ملک غلام علیؒ اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ''مناقبِ صحابہؓ یا مشاجراتِ صحابہؓ سرے سے اس کتاب کا اصل موضوعِ بحث ہی نہیں ہے، بلکہ جن مسائل پر اس کتاب میں کلام کیا گیا ہے ان کے سلسلے میں یہ بحث ایک ناگزیر علمی ضرورت کے طور پر آئی ہے، اور جو شخص بھی ان مسائل سے تعرض کرے گا اسے لازماً اس بحث سے سابقہ پیش آئے گا۔''(۲)

اس کتاب کے رد میں لکھی گئی کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ مولانا عامر عثمانیؒ کی کتاب 'تجلیاتِ صحابہؓ' اور مولانا ملک غلام علی کی کتاب 'خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ' بھی ضرور پڑھنا چاہیے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مذکورہ دونوں کتابیں 'خلافت وملوکیت' کا تتمہ اور تکملہ ہیں۔ یہاں 'خلافت وملوکیت' کے تعلق سے مدیرِ 'تجلّی' مولانا عامر عثمانیؒ کی رائے کا تذکرہ بے سود نہیں ہوگا۔ مولانا عامر عثمانیؒ رقم طراز ہیں:

> ''خلافت وملوکیت ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو ایک طرف علم وتفقہ کا پہاڑ ہے، اور دوسری طرف دینِ حق سے اس کی محبت سورج کی طرح عیاں ہے۔ لہٰذا اس کا رد(۳) بکواس کے ذریعے نہیں بلکہ علم وتحقیق ہی کے ذریعے کیا جانا چاہیے۔ اس فیصلے پر پہنچ کر ہم نے خود کو امہاتِ کتب کے حضور پہنچایا اور کم وبیش دو ماہ اس طرح گزارے کہ چوبیس گھنٹوں میں فقط چار گھنٹے سوئے، ایک وقت میں ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھائی، فرائض وواجبات اور حوائجِ ضروریہ کے علاوہ دنیا کے ہر شغل سے کٹ گئے۔ ارادہ ظاہر ہے کہ ''خلافت وملوکیت'' کے خلاف مواد حاصل کرنے ہی کا تھا، لیکن یہ اعتراف کرنے میں ہمیں کوئی جھجک نہیں کہ جوں جوں مطالعہ وسیع ہوتا گیا یہ حقیقت ہمارے سامنے ابھرتے ہوئے سورج کی طرح آتی چلی گئی کہ متعلقہ موضوع پر ہمارے بعض مزعومات کم علمی پر مبنی تھے جن کی وکالت ہم اس خوش فہمی میں کر

رہے تھے کہ حق یہی ہے۔ہم پر کھلتا گیا کہ 'خلافتِ معاویہؓ ویزید' (۴) ایک فریب ہے جو تاریخ اسلام کے ساتھ کیا گیا ہے، اور 'خلافت وملوکیت' اس فریب کا ایک ایسا علمی جواب ہے جو محققین سلف کے ذہن کا ترجمان، محدثین وفقہاء کے موقف کا امین، اور قرآن وسنت کی صداقتوں کا سرمایہ دار ہے۔ہم نے صاف دیکھا کہ 'خلافت وملوکیت' کے رد میں لکھی ہوئی تحریروں میں سے بعض انتہائی بد دیانتی پر مبنی ہیں، بعض جہالت وحماقت پر اور بعض غلط فہمی اور مغالطے پر۔حتیٰ کہ بعض اہلِ علم اور اربابِ تقویٰ نے بھی دانستہ یا نادانستہ حق وصداقت کا خون کیا ہے اور 'ردِ مودودی' کا جذبہ ان کے محاسبۂ آخرت کے احساس پر غالب آگیا ہے۔'خلافتِ معاویہؓ ویزید' کی حمایت ہم نے ازراہ جہل کی تھی۔سچائی وہ نہیں جس کی صورت گری اس کتاب میں کی گئی ہے، بلکہ سچائی وہی ہے جو مولانا مودودی 'خلافت وملوکیت' میں منقح کر رہے ہیں۔ جزئیات کا معاملہ تو الگ ہے کہ دنیا کی کون سی کتاب سوائے قرآن کے سہو وخطا اور لغزش وقصور سے بچی ہوئی ہے، مگر بنیاد، سمت، اصول اور حقائق کے لحاظ سے 'خلافت وملوکیت' حرفِ آخر ہے۔اس کی زبان، اس کا لہجہ، اس کا دروبست، اس کا مواد، اس کی آؤٹ لائن اور اس کی معنوی دراست سب نے مل کر بہ حیثیت مجموعی اس کتاب کو ایسا شاہ کار بنا دیا ہے جس کی کوئی نظیر ناچیز کے علم ومطالعہ کی حد تک اسلامی لٹریچر میں نہیں ہے۔'' (۵)

یہ سطریں آج سے تقریباً نصف صدی قبل لکھی گئی تھیں۔لیکن سوشل میڈیا کے دانشور اس سے ناواقف ہیں۔اسی کے پیشِ نظر یہاں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔مولانا عامر عثمانیؒ کی شخصیت، علم وتفقہ اور ان کے خانوادے کی خدمات سب پر عیاں ہیں۔اس حوالے سے ان کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

میں نے بیشتر لوگوں کو دیکھا وہ مولانا مودودیؒ کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کی آڑ میں ان پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔کہتے ہیں انہوں نے اس کتاب میں صحابہؓ کی توہین کی ہے، جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کتاب آپ نے پڑھی ہے؟ پتا چلتا ہے کہ کتاب پڑھنا تو دور، دیکھی بھی نہیں ہے، صرف سنی سنائی باتوں کو ہی کسی شخصیت کو مجروح یا مقبول کرنے کے

لیے کافی سمجھتے ہیں۔ یہ کس قدر زیادتی کی بات ہے کہ جس شخص کی تحریروں سے لاکھوں لوگ کے دلوں میں اسلام کی حقانیت وصداقت گھر کر گئی اس پر یہ الزام لگایا جائے کہ وہ صحابہ ؓ کا گستاخ ہے۔ یہاں مولانا مودودیؒ کے اس انٹرویو کا اقتباس پیش کرنا موضوع سے غیر متعلق نہیں ہوگا جو ''مقامِ صحابہؓ اور قرآن'' کے عنوان سے تجلّی میں شائع ہوا تھا۔توہینِ صحابہؓ کے الزام کے سوال پر مولانا مودودیؒ نہایت خوب صورت جواب دیتے ہیں:

> ''تفہیم القرآن موجود ہے۔اس میں مَیں نے جہاں کہیں فقہی مسائل یا دینی مسائل کے متعلق بحث کی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں نے صحابۂ کرامؓ کے قول سے استدلال کیا ہے، جہاں کہیں صحابۂ کرامؓ کا ذکر آیا ہے میں نے بارہا یہ بات لکھی ہے کہ روئے زمین پر کبھی آفتاب نے ایسے انسان نہیں دیکھے تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ تھے، جگہ جگہ یہ حقیقت بیان کی ہے کہ تمام نوعِ انسانی کا بہترین گروہ اگر کوئی تھا تو وہ صحابۂ کرامؓ تھے۔ پھر میں نے بارہا یہ بات لکھی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کا جس چیز پر اجماع ہو وہ دین میں حجت ہے، اس کا رد نہیں کیا جا سکتا، آدمی کے مسلمان (ہونے) کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اجماع کو اسی طرح تسلیم کرے جس طرح سنت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ تفہیم القرآن کو دیکھ لیجیے کہ مختلف مسائل میں صحابۂ کرامؓ کے اقوال نقل کرتا ہوں اور پھر کسی قول کو اختیار کر کے اس کی تائید میں اپنی رائے بیان کرتا ہوں۔ کیا یہ سارا کام کسی ایسے فرد کا ہو سکتا ہے جو صحابہؓ کے معاملے میں منفی ذہنیت رکھتا ہو؟''(۶)

بعض شخصیات کے تعلق سے اللہ کا بڑا کرم یہ رہا کہ ان کے افکار وکتب جہاں دنیا کی رہ نمائی اور ان کے لیے صدقۂ جاریہ بن رہی ہیں، وہیں ان کے مخالفین کی بغض وعداوت اور تعصب کے تڑکے سے لکھی جانے والی تحریریں بھی ان کے اعمال نامے میں نیکیوں کے اضافے کا سبب بن رہی ہیں۔ان شخصیات میں امام ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ)، شیخ محمد بن عبدالوہابؒ (م۱۷۹۲ء) اور مولانا مودودیؒ سرفہرست ہیں۔ ان کے اپنے اور بیگانے، چاہنے اور نفرت کرنے والے دونوں ہی ان کے اعمال نامے میں اپنا اپنا حصہ درج کرا رہے ہیں۔

مولانا مودودیؒ معصوم عن الخطاء نہیں ہیں، تنقید سے بالاتر نہیں ہیں۔ ان پر تنقید کی گئی ہے

اور کی جاتی رہے گی۔ان کے نظریات پر سب سے زیادہ تنقید تو خود جماعت کے افراد کی جانب سے کی جاتی رہی ہے۔ بالخصوص اب تو جماعت کے حلقے میں جس کو بھی اپنی دانشوری کا لوہا منوانا ہوتا ہے اس کا سفر مولانا مودودیؒ پر تنقید سے ہی شروع ہوتا ہے۔

تنقید کرنے سے قبل محلِ تنقید کا علم بھی تو ہونا چاہیے۔تنقید کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ کسی کی کوششوں اور خدمات کو یکسر نا قابلِ قبول قرار دیں۔تنقید کا مطلب ہرگز یہ بھی نہیں کہ آپ اس کے افکار ونظریات کے بجائے اس کی شخصیت کے بکھیے اُدھیڑ دیں۔تنقید کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ جس پر نقد کر رہے ہیں اس کی تحریر کو سیاق وسباق سے کاٹ کر من چاہا مفہوم دے کر گفتگو کرنے لگیں۔

خدارا! بغض وعداوت اور مسلکی تعصب کی وجہ سے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔مولانا مودودیؒ پر تنقید کریں اور خوب کریں۔تنقید علمی اور معروضی مطالعے کی روشنی میں ہو۔ بسااوقات معروضی مطالعے سے نتیجہ امیدوں کے برعکس نکلتا ہے۔کتنے ہی لوگ ایسے تھے جو مولانا مودودیؒ کی کتابوں میں کیڑے نکالنے کے لیے پڑھتے تھے، وہ ان کے دیوانے ہوگئے، وجہ یہ تھی کہ وہ 'پڑھتے' تھے، اب لوگ 'سنتے' ہیں اور اسے ہی منتقل کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔

حواشی ومراجع

(۱) خلافت وملوکیت، ص۳۰۱، ادارۂ ترجمان القرآن لمیٹڈ لاہور۔

(۲) خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ، ص۳۲، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۷۲ء۔

(۳) یہ واضح رہے کہ مولانا عامر عثمانیؒ نے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد اس کا رد لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔لیکن مطالعہ وتحقیق کے بعد انہیں مولانا مودودیؒ کا موقف مضبوط نظر آیا جس کا انہوں نے برملا اظہار کیا۔

(۴) یہ محمود احمد عباسی کی کتاب ہے جو ''خلافت وملوکیت'' سے کافی عرصہ پہلے شائع ہوئی تھی۔جس کی حمایت میں مولانا عامر عثمانیؒ نے صفحات کے صفحات سیاہ کیے تھے۔جو ان کے کتب خانے سے بھی شائع ہوتی تھی۔کراچی کے سفر اور محمود احمد عباسی سے ملاقات اور اس کی

حقیقت جاننے کے بعد فوراً اس کی اشاعت بند کرادی تھی۔

(۵) ماہنامہ تجلّی، ص ۲۱، ۲۲ خلافت وملوکیت نمبر حصہ دوئم ستمبر، ۱۹۷۱ء۔

(۶) ماہنامہ تجلّی، ص ۵۱، دسمبر ۱۹۷۰ء۔

●☐●

گزارش

حیات نو کو ڈاک کے نظام کے تحت لانے کی کوشش جاری ہے۔ ان شاء اللہ اس بات کی پوری کوشش کی جارہی ہے کہ آپ کو وقت پر اور پابندی کے ساتھ پرچہ موصول ہو۔

مجلّہ اس وقت شدید خسارے میں ہے۔ آپ خود بھی اس کے سالانہ خریدار بنیں اور دیگر احباب کو بھی اس جانب متوجہ کریں۔

قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔ فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنا سالانہ خریداری تعاون جمع کر کے درج ذیل واٹس اپ نمبر پر مکمل تفصیلات کی اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ ان شاء اللہ رسید ای میل یا واٹس اپ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جائے گی۔ اکاؤنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:

Name:Abdul Hakim Mojahid

Bank: Union Bank of India

A.C No:584502010009509

IFSC:UBIN0558451

Branch:Jamia Nagar

مزید معلومات کے لیے درج ذیل ای میل اور موبائل نمبر پر رابطہ کریں:

ای میل: jareedahayatenau@gmail.com

موبائل: 9015958467-8010803147

[ادارہ]

قطر کا علمی سفر

عبدالرحمٰن منصوری، جامعہ ملیہ اسلامیہ
armsarwar@gmail.com

مناظرہ کا فن اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ اس فن میں اپنا لوہا منوانے کے لیے سلیس زبان، عام معلومات، حاضر جوابی، اختصار پسندی اور علمی دلائل کی کافی ضرورت ہوتی ہے۔ کہاں یہ بیش قیمتی خوبیاں اور کہاں میں، بہر حال خدا کی مشیت میرے اوپر مہربان تھی اور مجھے قطر میں منعقد ہونے والے ایک مناظرے میں شرکت کا موقع مل گیا۔ یونیورسٹیز کے طلبہ کی علمی نشو و نما، ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی غرض سے قطر ڈبیٹ سینٹر کی جانب سے ہر دو سال کے وقفہ سے عالمی سطح پر بین الاقوامی چیمپین شپ (۱) کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ مناظرین مستقبل میں قیادت کے فرائض انجام دیں گے۔

۱۴؍ مارچ کی صبح روانگی تھی۔ لہٰذا رات ہی میں ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ تقریباً ساڑھے پانچ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد اب ہم دوحہ میں تھے۔ سب سے پہلے وہاں کے ایئرپورٹ کا دیدار ہوا۔ قطر کا حماد انٹرنیشنل ایئرپورٹ خلیج عربی میں واقع ہے۔ بہت ہی خوب صورت اور سمندر سے بالکل متصل ہے۔ اس حد تک کہ اترتے وقت ایسا محسوس ہوا کہ جہاز اسی پانی میں اتر جائے گا۔ ایئرپورٹ پر مناظرات قطر کے نمائندے موجود تھے۔ ان کے ساتھ ہم اپنے ہوٹل ماریوٹ مارکیوز سٹی سنٹر دوحہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایئرپورٹ اور ہوٹل کے درمیان کی دوری تقریبا ۱۹ کلومیٹر تھی جس کو طے کرنے کے لیے بیس منٹ کا عرصہ کافی ہوتا ہے۔ لیکن ٹریفک یہاں بھی اپنا اثر و رسوخ رکھتا تھا اور اسی کی بدولت یہ مسافت تقریباً تین گنے

وقت پر محیط ہوگئی۔لیکن ٹریفک کی یہ زحمت بھی کیا خوب تھی کہ اسی زحمت میں رحمت کارفرماں تھی۔ وہ کیسے؟ اول تو وہاں کی سڑکیں اور ان کی صفائی کا عالم دیکھ کر ہماری عقلیں دنگ تھیں لیکن پھر ان سب سے بڑھ کر ان پر دوڑنے والی انتہائی بیش قیمتی تیز رفتار سواریاں دیکھ کر تو ہم بھونچکا رہ گئے۔اس درمیان ایک بھی موٹر سائیکل نظر نہیں آئی تو وجہ جاننے کی کوشش کی۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہاں موٹر سائیکل کا استعمال معدوم ہے۔سڑک کے ایک جانب آسمان سے باتیں کرتے ہوئیں اونچی اونچی عمارتیں ہیں تو دوسری جانب سمندر کی طغیانی لہریں۔ یہ جادوئی مناظر دیکھ جی میں فوراً خیال آیا کہ کیوں نہ قطر ہی میں سکونت کے مواقع تلاش کیے جائیں۔

بہرحال تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ ہوٹل اس قدر بڑا اور عالی شان تھا کہ بغور مشاہدہ کرنے کے چکر میں سر کی ٹوپی زمین پر آ گئی۔ خدا خدا کر کے ہم نے اپنی شناخت چھپاتے ہوئے شریفوں جیسی عادات واطوار کا مظاہرہ کیا۔اب استقبالیہ سے الیکٹرانک کنجی لے کر ہم اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔ یہاں لفٹ میں استعمال اعلیٰ قسم کی اشیاء اور تزئین کاری دیکھ کون نہ یہ دعویٰ کر بیٹھتا کہ آخر ہم میں بھی کوئی بات تو ہے،لیکن اس گمان کی حقیقت اسی وقت واضح ہوگئی جب اس لفٹ کو استعمال کرنے سے ہم قاصر رہ گئے۔ لفٹ میں لگے سنسر سسٹم سے بھلا ہمارا کیا تعلق۔ ہم نے یکے بعد دیگرے کئی مرتبہ سارے بٹن اس امید کے ساتھ دبا ڈالے کہ جگاڑ شاید کام کر جائے گا۔لیکن کچھ حاصل نہ ہوا اور سخت مجاہدہ کے بعد ہم چھبسویں منزل پر واقع کمرہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔اس مرتبہ ہم نے اپنی غلطی سے سبق لیتے ہوئے جھٹ سنسر پر اپنا کارڈ رکھ دیا۔ سچ کہوں تو جیسے ہی کمرہ کھلا، یوں محسوس ہوا گویا ہم نے اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرلیا ہو۔ اب پھر ایک مرتبہ ہم ترم خاں کی طرح اندر داخل ہوئے۔ سامنے سفید شیشے کے پیچھے ساحل سمندر کا حسین نظارہ، دیوار سے متصل ہمارے قد کے برابر ایک بڑی سی ٹی وی، انگریزی طرز کی میز کرسی، ہمارے آرام کرنے کے لیے شان دار بھاری بھرکم پلنگ اور اس سے بھی زیادہ اس پر سجا ہوا کہیں ضخیم فراش حریری۔(۲) پھر کیا تھا یہ دیکھتے ہی ہم نے جامعۃ الفلاح کے زمانے کی حرکتیں شروع کر دیں۔فوراً بیس قدم کا رن اپ لیتے ہوئے اس پر جا کودے۔

پہلے ہی دن شام میں ہماری شناسائی استاذ نزار مختار سے ہوئی۔ استاذ کا تعلق سوڈان سے ہے۔ مناظرات قطر میں اہم ذمہ داری پر فائز ہیں۔ انگریزی اور عربی پر آخری درجہ کی مہارت ہے۔ لیکن ان کی عربی کی بات ہی کچھ اور ہے۔ انتہائی فصیح اور صاف ستھری زبان بولتے ہیں۔ ہندوستانیوں کے برخلاف عربی بولتے وقت عربیت کا احساس ہوتا ہے جس میں ایک الگ سی مٹھاس پائی جاتی ہے۔ استاذ کا دیوانہ تو میں اسی دن ہوگیا تھا جب پہلی مرتبہ ان کو یوٹیوب پر سنا تھا۔ ہم فوراً استاذ سے ملاقات کے لیے لپکے، لیکن استاذ کی مشفقانہ مسکراہٹ ہماری ملاقات پر سبقت لے گئی۔ میں اسی سوچ میں پڑ گیا کہ کچھ تو مجھ میں خاص ہے، تبھی تو استاذ نے اس گرم جوشی سے میری قدر کی۔۔۔نہیں ایسا کچھ نہیں ہے، یہ تو عربوں کی خوبی ہے۔ جس سے ملتے ہیں گرم جوشی کے ساتھ ملتے ہیں۔ ہشاش بشاش رہتے ہیں۔۔۔نہیں!!! لیکن اتنی خوش مزاجی سے ملنے میں ان کا ہم ہندوستانیوں سے کیا فائدہ؟ کچھ تو ضرور ہے۔۔۔اسی گمان میں میں گم تھا کہ میرا سوءِ ظن دور ہوگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مناظرات قطر کے ایک اور ذمہ دار نے ہم سے اپنے تعلق کا اظہار استاذ نزار سے بھی بڑھ کر کیا۔ میں سوچتا رہا کہ آخر کون سی چیز ہے جو انہیں اس قدر خوش مزاجی پر آمادہ کر رہی ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مناظرات قطر کا ہر نمائندہ ہندوستانی ٹیم کے استقبال کے لیے ہی مختص ہے۔ لیکن پھر یہ کیا ان کا رویہ تو لیبیا کی ٹیم کے ساتھ بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارے ساتھ ہے۔ ارے وہ دیکھو! استاذ نزار تو وہاں اسی گرم جوشی کے ساتھ کینڈا، عمان اور تھائی لینڈ کے ساتھ بھی مل رہے ہیں۔ استاذ نزار ہر شخص سے اس گرم جوشی سے ملتے ہیں کہ جیسے کئی سالوں سے آشنائی ہے۔ بلکہ مناظرات قطر کے تمام ذمہ داران پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

دل میں خیال آیا کہ کاش جامعۃ الفلاح میں بھی ہمیں ایسی ہی محبت نصیب ہوتی۔ اساتذہ حقیقی معنوں میں تحریک اسلامی کے مشن سے واقف ہوتے اور اس خواب کو جسے سید مودودی نے دیکھا تھا، سنوارنے کے لیے اپنی انتھک کوششیں کرتے۔ وہ اس حقیقت سے باخبر ہوتے کہ جامعۃ الفلاح میں تعلیم حاصل کرنے والا ہر طالب علم اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔ ملک کے کونے کونے سے وابستگان تحریک بڑی مشکل سے یہاں اپنے بچوں کو داخلہ دلاتے ہیں۔

ہر بچے کی قیمت سمجھتے ہوئے اپنے انداز میں ان کی خصوصی تربیت کرتے تو شاید فلاح جانے والا کوئی طالب علم کبھی ضائع نہ ہوتا۔

دوسرے روز شام میں ہم نے دوحہ کی باقاعدہ سیاحت کا پروگرام بنایا اور قریب ہی واقع کورنیش (۳) نامی علاقہ میں جا پہنچے۔ ساحل سمندر پر واقع یہ انتہائی خوب صورت پٹی ہے۔ ایک جانب سمندر کا دل فریب منظر آنکھوں کے لیے باعثِ تسکین تو دوسری جانب بلند و بالا حسین عمارتیں ناظرین کی توجہ کا مرکز اور ان دونوں کے درمیان انتہائی صاف ستھری ایک وسیع وعریض سڑک اپنی آغوش میں ہزاروں عالی شان گاڑیاں لیے پورے دوحہ کو جوڑنے کا کام کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شام کے وقت جب سمندر سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اس جانب آتی ہیں تو یہاں ایک جم غفیر جمع ہو جاتا ہے۔ جگہ جگہ عرب اپنے اہل وعیال کے ساتھ محو گفتگو ملتے ہیں۔ ان کے سامنے میز پر قہوہ اور دوسرے لوازمات مزین ہوتے ہیں۔ غیر ملکی سیاحوں کی ایک کثیر تعداد سیر وتفریح میں مشغول نظر آتی ہے۔ یہ علاقہ اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہیکہ ہندوستان اور پڑوسی ممالک سے آکر کام کرنے والوں کی روزی روٹی کا بہت بڑا ذریعہ سمندر میں چلنے والی کشتیوں کی کمائی پر موقوف ہے۔ تھوڑی تھوڑی دور پر پارکوں کے درمیان ہی مساجد کے لیے جگہیں مختص ہیں۔ البتہ مغربی کلچر کے آثار یہاں بھی موجود ہیں، جس کا اندازہ وہاں موجود لوگوں کے پہناوے اور عادت واطوار سے کیا جاسکتا ہے۔ ویسے کل ملا کر یہ علاقہ کافی صاف وستھرا، عمدہ اور قابل زیارت ہے۔ ہماری دلی خواہش تھی کہ ہم بھی خلیج عربی کی سیر کریں۔ دل ہی دل میں ہم سیر کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے تبھی ساتھ سفر کر رہے ساتھی شاہد کے بڑے بھائی نے ہم غریبوں کا بیڑا اپنے سر اٹھانے کی خواہش کی، مرتا کیا نہ کرتا، ہم نے بناوٹی انداز میں منع کرنے کی کوشش کی لیکن شاید وہ ہمارے انکار کی حقیقت بخوبی سمجھ رہے تھے۔ بحر حال تقریبا ایک گھنٹہ سمندر کے درمیان لطف اندوز ہونے کے بعد ہم ہوٹل واپس روانہ ہوئے۔

تیسرے روز باقاعدہ ڈیبیٹ کا آغاز ہونا تھا۔ رات کھانے کے وقت ہی پروگرام کے متعلق ساری ہدایات دے دی گئیں۔ ساتھ ہی ساتھ وقت مقررہ کی پابندی نہ کرنے کی صورت

میں عتاب سے بھی باخبر کر دیا گیا۔(۴) لہٰذا ہم نے اپنی مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبح سویرے سات بجے ہی قاعۃ العرین میں اپنی موجودگی درج کرائی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہم سے پہلے ہی ساری ٹیمیں ناشتہ سے فارغ ہوکر بسوں میں بیٹھ چکی ہیں۔ اب ہمارا گمان اس یقین میں تبدیل ہورہا تھا کہ ہم کتنی بھی تدبیریں کرلیں چمنڈ وداس(۵) کی خصلتوں سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ اس حقیقت پر تھوڑا ملال بھی ہورہا تھا۔لیکن سامنے کھڑی اعلیٰ قسم کی شان دار بسیں دیکھ اوران میں سفر کو سوچ اس تکلیف میں تھوڑا افاقہ بھی ہورہا تھا۔ قطار میں تقریباً پچاس سے زائد بسیں کھڑی تھیں۔ ساری کی ساری بسیں آن تھیں گویا چلنے کو تیار ہیں۔ ہم تیزی سے ایک بس میں سوار ہوگئے۔لیکن جب آدھے گھنٹے کے بعد روانگی شروع ہوئی تو فورا ہمارا ذہن تیل کی قیمتوں کی جانب گیا اور ہمیں غور وفکر کرنے کے لیے ایک اور بات مل گئی۔ ایک گھنٹے سے کچھ زائد مسافت طے کرنے کے بعد ہم قطر نیشنل کنوینشن سینٹر پہنچے۔ راستے میں ہم نے شاید آدھے قطر کی اوپری اوپری سیر کرلی ہوگی۔ قطر کی مشہور مسجد جامع عبدالوہاب سڑک سے متصل ہی نظر آرہی تھی۔ ایک بلند وبالا مناراورنوے گنبدوں پر مبنی یہ مسجد اسلامی فن تعمیر کی ایک شاہکار ہے۔عورتوں کیلئے الگ سے خصوصی انتظام ہے۔معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس مسجد میں بیک وقت تیس ہزار سے زائد نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ سڑک کے کنارے لگے ہوئے علامتی بورڈ میں قطر نیشنل لائبریری لکھا ہوا دیکھا تو نگاہیں لائبریری کے مشاہدے میں ادھر ادھر گھومنے لگی۔ تلاش کرنے پر جب نظریں لائبریری کے دیدار سے آشکارا نہ ہوئی تو انٹرنیٹ کھول میں نے فوراً گوگل پر قطر نیشنل لائبریری(۶) لکھا۔ اسکرین پر ایک عالی شان شیشہ کی عمارت نمودار ہوئی، جس میں جدید طرز پر بہت ہی سلیقے سے جمع کی گئی کتابوں کا ایک ضخیم مجموعہ نظر آرہا تھا۔ اس مشاہدہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ بے جا کھسی پٹی تاویلیں نہ کرکے اسی نمونے پر ہندوستان کے ہر تعلیمی ادارے میں ایسی ہی لائبریریاں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

دوپہر کھانے کے بعد باقاعدہ مقابلہ شروع ہوا۔ ہم نے نیفورا ڈائننگ ہال کا قصد کیا۔ سامنے متعدد قسم کے انوکھے اور دل ربا پکوان موجود تھے۔ آنا فانا سب کا جائزہ لیا۔ ایک درجن سے زائد مختلف النوع سبزیاں اور ان سے بنی ہوئی طبقات، مختلف قسم کی میٹھائیاں و کیک،

ڈھیر سارے موسمی پھلوں کے ساتھ ساتھ بہت سارے لوازمات دستیاب تھے۔ البتہ ہم نے گوشت کی بنی ہوئی اشیاء کو ترجیح دیتے ہوئے ان کا بغور مشاہدہ کیا۔ مچھلی، مرغی، بکرا، بقرہ سب کا ذائقہ لیا لیکن کچھ راس نہ آیا۔ کچھ اس وجہ سے کہ یہ ہندوستانی طرز پر نہ پکی تھیں، بلکہ سچ کہوں تو اندر سے ہی کچی تھیں۔ لہٰذا ہم ہندوستانی کورما روٹی کی تلاش میں لگ گئے اور یہاں کیسے ملتا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مدمقابل ٹیموں کا اعلان ہوا۔ پہلا مقابلہ کرغزستان سے تھا۔ ہم نے اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھاتے ہوئے فریق مخالف کو ہرا دیا۔ دل میں فائنل جیتنے کا عزم وحوصلہ پیدا ہوا۔ لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ پاور میچس ہیں اور ہمارا نام عربوں کی کیٹیگری میں ڈال دیا گیا ہے۔ پھر کیا تھا، یکے بعد دیگرے کویت اور ملیشیا سے ہار کا سامنا کرنا پڑا۔ ان دونوں میچوں میں ہم نے اپنی سابقہ روایت کے مطابق ہندوستانی انداز میں فریق مخالف پر اپنی الفاظ کی گرج وگونج اور حرکات وسکنات کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اندازہ یہ تھا کہ ہمارا ہی پلہ بھاری ہو رہا ہے۔ ہم اندر ہی اندر خوش بھی تھے۔ خواب بدمست میں فائنل ٹرافی کے ساتھ ہندوستان لوٹنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ قطر ہے۔ یہاں مناظرہ کا طریقہ ہندوستان سے مختلف ہے۔ اولاً آپ سے ایوان میں پیش کی گئی قرارداد کی وضاحت مطلوب ہوتی ہے۔ ثانیاً قرارداد میں ذکر کئے گئے کلمات رئیسیہ (۷) سے آپ کیا سمجھتے ہیں، کن چیزوں پر ان کلمات کو تطبیق دیتے ہیں۔ پھر قرارداد کی موافقت یا مخالفت کرنے کے پیچھے آپ کا ہدف کیا ہے۔ موافقت یا مخالفت نہ کرنے کی صورت میں کیا مشکلیں پیدا ہوں گی۔ آپ کی ٹیم کی حکمت عملی کیا ہے۔ آپ کن دلائل کے ساتھ فریق مخالف کی تنقید کرتے ہیں۔ آپ کس خوب صورتی اور خوش اسلوبی کے ساتھ دونوں فریق کا تقابل کر اپنی جیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہاں ہندوستان کے مانند الفاظ کے لب وبام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ اوورا یکٹنگ پر 'النظام' (۸) کا کلمہ سنائی پڑتا ہے۔ یہاں تو جو چیز کام آتی ہے وہ آپ کا مواد ہے۔

اب باری تھی یمن کی۔ ہم نے بالکل زمینی حقائق پر قواعد وقوانین کے مطابق ان سے مقابلہ کیا۔ زبردست مقابلہ ہوا اور کامیابی نے ہمارے قدم چوم لیے۔ اس جیت سے زیادہ جو بات ہمارے لیے واقعی باعث مسرت تھی وہ یہ کہ یمنی ٹیم جس میں طب، میڈیا اور علم سیاسیات

کی پڑھائی کرنے والے طلبہ شامل تھے بار بار ہماری تعریف کے پل باندھے جارہے تھے۔ہم نے سوچا کیوں نہ مدرب کو بھی ہماری اہمیت کے بارے میں بتا کر متاثر کیا جائے۔آخر ہندوستان لوٹ کر حضرت ہی سے جو سامنا ہونے والا ہے۔لیکن ہماری خوشی میں زہر ملانے کیلئے مدرب کا یہ کمبخت جملہ ہی کافی تھا کہ "دیکھو آپ لوگ زیادہ خوش نہ ہوں۔تعریف کرنا تو عربوں کے خون میں شامل ہے۔اس فعل میں کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا ہے"۔

پانچواں اور چھٹا مقابلہ بالترتیب قزاکستان اور عمان سے تھا۔ پہلے میں شکست کھانی پڑی تو دوسرے میں جیت ملی۔لیکن فائنل کی طرف بڑھنے کے لیے پچاس فیصدی جیت کافی نہیں تھی۔اب ہم بالکل آزاد تھے۔دوحہ کی گلیوں میں ہم نے خوب گرداڑائی، خوب مزے کیے۔ خاص طور پر ہم چھٹے دن بہت خوش تھے اور ہوتے بھی کیوں نہ۔ رحلۃ ترفیھیۃ (۹) جو تھا۔اس دن منتظمین کی جانب سے تمام ہی مشارکین کیلئے باقاعدہ سیر وسیاحت کا نظم کیا گیا تھا۔ہم نے صحرا میں جانا پسند کیا۔لیکن دل میں یہ خیالات جنم لے رہے تھے کہ کہیں ہم نے غلط مقام کا تو انتخاب نہیں کیا ہے۔اگر کھلی بس میں دوحہ کی سیاحت کرتے تو شاید زیادہ مزا آتا۔نہیں کشتی میں سوار ہو کر سمندر کا مزہ تو انوکھا ہی ہوتا ہے اور اس وقت جب چاروں طرف رنگ برنگی روشنیوں کی وجہ سے دوحہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔بحر حال ایک تیر سے کتنے شکار ممکن ہو سکتے تھے۔تقریبا ساڑھے تین سو مشارکین کا قافلہ صحرا کی طرف روانہ ہوا۔ چھ چھ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائی گئی۔ دو گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم سعودی عرب کی حدود کے قریب ایک آب وگیاہ صحرا میں رکے۔ یہاں کچھ ضروری کاروائیوں کے بعد ہماری گاڑیاں یکے بعد دیگرے تیز رفتار اونٹ کے مانند ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں پر چڑھنا شروع ہوئیں۔اور یکا یک یہ رفتار گھوڑوں کی سی رفتار میں بدل گئی۔ان ٹیلوں پر سرعت رفتاری کے ساتھ چڑھنا اور پھر اچانک ان سے اترنے کا عمل نہایت خطرناک اور پرلطف معلوم ہوتا ہے۔ تین گھنٹے کے آس پاس صحرا کی خاک چھاننے کے بعد ہمارا قافلہ ریگستان میں سمندر کے کنارے قائم کردہ کیمپوں کی طرف بڑھا۔ یہاں اونٹ کی سواری، والی بال اور دیگر لطائف کے ساتھ ساتھ رقص وسرود کی محفل کا بھی انتظام تھا۔یہی محفل سب سے گل زار نظر آرہی تھی۔

یوروپین کے علاوہ مسلم ممالک کے نمائندوں کی سرپرستی بھی اسی محفل کو حاصل تھی۔

آخری دن شام میں واپسی تھی۔ہم نے دن کے خالی اوقات میں سوق واقف کی زیارت کا پلان بنایا۔ یہ ایک قدیم بازار ہے جو دلی کے کناٹ پیلس کے مانند قطر کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بازار ایک صدی سے بھی زیادہ پرانا ہے۔ روایتی عربی لباس، مسالے، تحفہ تحائف اور دستکاری سے متعلق اشیاء کے لیے یہ بازار مشہور ہے۔ یہاں سے ہم متحف الفن الاسلامی کی سیاحت کیلئے روانہ ہوئے۔اسلامی آرٹ کا یہ میوزم سمندر کے درمیان ایک مصنوعی جزیرہ پر تعمیر ہے۔ ساتویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی کے درمیان کے کئی حیرت انگیز نمونے یہاں جمع کیے گئے ہیں۔ اسپین، مصر، ایران، عراق، ترکی، ہندوستان اور وسطی ایشیاء سے دریافت شدہ قیمتی زیورات، ملبوسات، دھات، سیرامکس، لکڑی اور شیشے کی عدیم المثال اشیا اس عجائب خانہ کی زینت ہیں۔ان سب کے بیچ شام کو، جو کہ پوری دنیا میں اسلامی آرٹ کا ایک نمونہ سمجھا جاتا ہے، خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔اس کے اندر عارضی اور مستقل گیلری کے علاوہ دوسوسیٹوں کا ایک تھیٹر، تحفہ تحائف کی دکانیں، لائبریری، مساجد، قہوہ خانے، ریستوراں وغیرہ کی سہولیات موجود ہیں۔ الغرض قدیم طرز پر تعمیر یہ میوزیم جدید جیومیٹرک پیٹرن کا ایک حسین نمونہ اور اسلامی فن تعمیر کا ایک شاہ کار ہے۔ابھی ہم اس عمارت کا مکمل احاطہ بھی نہ کر پائے تھے کہ ہمیں باخبر کیا گیا کہ وقت حد سے زیادہ تجاوز کر گیا ہے۔ چنانچہ ہم فورا ہوٹل کی طرف پلٹے اور وہاں سے سیدھے ایئرپورٹ پہنچے۔ بالآخیر نہ چاہتے ہوئے بھی اب ہم دوحہ کو الوداع کہنے پر مجبور تھے۔

حواشی:

۱۔اس سے قبل یہ مناظراتی مقابلہ ۲۰۱۷ میں منعقد ہوا تھا، جس میں ۴۵ ممالک سے ۸۶ ٹیموں نے شرکت کر کے دنیا کی ۷۷ یونیورسیٹیز کی نمائندگی کی تھی۔ اس مرتبہ ۶۲ ممالک سے ۱۰۶ ٹیموں کو شرکت کا موقع ملا۔ مناظرین کی کل تعداد ۶۰۰ سے زائد تھی جس میں تقریبا آدھی تعداد غیر عربوں پر مشتمل تھی۔ واضح رہے کہ اس مناظرتی مسابقہ میں شرکت کیلئے پہلے ملکی سطح پر مقابلے ہوتے ہیں اور پھر ان میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو دوحہ جانے کا موقع دیا جاتا ہے

۲۔Thermal mattress

۳۔دارالسلطنت دوحہ میں ساحل سمندر سے بالکل متصل سات کلومیٹر طویل ایک سیاحتی مقام۔

۴۔ ایوان کی قرارداد کا اعلان وقت مقررہ سے ٹھیک بیس منٹ پہلے مرکزی آڈوٹوریم میں ہوتا ہے۔ باہر ہر ٹیم کے نمائندے موجود ہوتے ہیں۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ٹیم لے کر متعین مقام پر جاتے ہیں۔اس درمیان ہر مناظر پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اعلان ہونے کے بعد پانچ منٹ کے اندر اندر اپنے نمائندوں سے ملاقات کرے۔ بصورت دیگر تاخیر سے پہنچنے والی ٹیموں کو نااہل قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵۔ چمنڈ وداس 'نسخہ ناکامی کا' کا مرکزی کردار ہے جو اپنی لاپرواہی،غفلت اور سستی وکاہلی کے لیے اس کتاب میں متعارف ہے۔ اس کتاب کے مصنف جناب خان یاسر،فیکلٹی انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی ہے۔ یہ کتاب ان تمام انسانی کمیوں وخامیوں کا احاطہ کرتی ہے جس سے وہ جانے انجانے میں دوچار ہوتا رہتا ہے۔ کتاب کا اصل مزہ تبھی ہے جب تمام جزئیات وتفصیلات کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

۶۔ لائبریری کو مفید بنانے کے لیے جدید ٹکنالوجی کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ مطالعہ کرنے کی لیے ہر طرح کی سہولیات میسر ہیں۔ جی کرے تو بیٹھ کر پڑھیے۔ لیٹ کر، جھولا جھول کر، الغرض یہ ممکن نہیں کہ کوئی اس جادوئی لائبریری کی زیارت کرے اور مطالعہ سے محروم رہے۔تقریبا دس لاکھ سے زائد ہر عنوان پر کتابیں یہاں موجود ہیں۔

۷۔Key Words

۸۔ جب کوئی مشارک مناظرہ کے دوران اصول وضوابط کی خلاف ورزی کرتا ہے توجج حضرات 'النظام' کہہ کر اس کی غلطیوں پر متنبہ کرتے ہیں۔

۹۔Entertainment Trip

دلِ درد مند کا مالک چل بسا

مولانا محمد عیسیٰ قاسمیؒ کی موت، ایک بڑا ملی سانحہ ہے۔

مولانا محمد طاہر مدنی، ڈائریکٹر الدعوۃ والارشاد جامعۃ الفلاح

۱۰رمئی ۲۰۱۹ء کی صبح ساڑھے آٹھ بجے مولانا محمد عیسیٰ قاسمیؒ (۱۹۳۶-۲۰۱۹ء) ۸۳ برس کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

مولانا مرحوم جامعۃ الفلاح بلریا گنج کے سابق ناظم اور علاقے کے معروف عالم تھے۔ مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور کے بعد آپ تکمیل کے لیے دار العلوم دیوبند گئے تھے اور ۱۹۵۸ء میں وہاں سے فراغت کے بعد اپنے وطن بلریا گنج واپس لوٹے تو یہاں کے مکتب اسلامیہ میں استاذ ہوگئے۔ اس وقت تک جامعۃ الفلاح نام نہیں ہوا تھا۔ مولانا نے عربی زبان کی یہاں شروعات کی اور طلبہ کو منہاج العربیۃ پڑھائی۔ اس زمانے میں اس قدیم مکتب کو ایک بڑے تعلیمی ادارے کی شکل دینے کی بات چیت شروع ہوچکی تھی۔ مولانا نے ڈاکٹر خلیل احمد صاحب، حکیم محمد ایوب صاحب، محمد اکرام پردھان اور گاؤں کے دیگر افراد کے ساتھ مل کر اس تعلیمی تحریک کو آگے بڑھایا اور وہ قدیم مکتب اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ بنا، پھر ۱۹۶۲ء سے جامعۃ الفلاح کے نام سے ترقی کی شاہراہ پر برق رفتاری سے گامزن ہوگیا، خوش قسمتی سے مولانا جلیل احسن ندوی جیسے باکمال استاذ تفسیر کی خدمات حاصل ہوگئیں اور جامعہ اپنی منفرد شناخت کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ مولانا محمد عیسیٰ قاسمیؒ جامعہ کی انتظامیہ کے سرگرم رکن رہے اور دو بار نظامت کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ پہلا دور ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۷ء تک اور دوسرا دور ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۲ء کا تھا۔ مجلس عاملہ کے بھی فعال رکن کی حیثیت سے طویل مدت تک خدمت انجام دی۔ جامعہ کی تعمیر و ترقی میں مرحوم کا رول بہت نمایاں ہے، شعبہ نسواں آپ کی خصوصی دلچسپی سے قائم ہوا، اور کلیۃ البنات کے نئے کیمپس کے لیے زمینوں کی فراہمی میں آپ کی کوششیں بہت نمایاں ہیں۔

جامعہ کی خوش قسمتی رہی کہ اس کی تعمیر وتشکیل میں مختلف تعلیمی تحریکات کے فیض یافتگان کی شمولیت تھی جس کی وجہ سے جامعیت اور توازن یہاں کا ایک وصف امتیازی ہے۔ ڈاکٹر محمد خلیل علیگیرین ہونے کی وجہ سے علی گڑھ تعلیمی تحریک سے واقف تھے تو مولانا محمد عیسیٰ صاحب قاسمی ہونے کی وجہ سے دیوبند کی تعلیمی تحریک کے شناسا تھے۔ حکیم محمد ایوبؒ جماعت اسلامی کے اہم رکن تھے اور تحریک اسلامی کی تعلیمی تحریک کے علمبردار تھے۔ جامعہ کے نظام ونصاب میں ان تمام تعلیمی تحریکات کی جھلک صاف محسوس کی جاسکتی ہے۔

مولانا محمد عیسیٰ قاسمیؒ جماعت اسلامی بلریاگنج کے اہم ارکان میں شامل تھے اور جماعت کے کاموں میں بہت سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، اجتماعات میں پابندیِ اوقات کے ساتھ شرکت کرتے اور ہمیشہ اپنے ہینڈ بیگ میں تحریکی لٹریچر رکھتے تھے اور تقسیم کرتے تھے۔ تحریکی رسالوں کی ایجنسی آپ کے پاس تھی، ماہنامہ زندگی، حجاب، ذکریٰ اور کانتی کی کاپیاں مسلسل منگاتے تھے۔

آپ کا ذوق مطالعہ بہت اعلیٰ تھا، نجی لائبریری میں کتابوں کا بہترین ذخیرہ ہے، کتابوں پر گہری نظر تھی، جگہ جگہ نشانات بھی لگاتے تھے اور جب کسی موضوع پر گفتگو ہو تو متعلق حوالے کھول کر سامنے رکھ دیتے تھے۔

آپ کی مجالس علمی اور حالات حاضرہ پر گفتگو سے عبارت ہوا کرتی تھیں، بہت مہمان نواز اور خاطر مدارات کرتے تھے اور ان لوگوں میں تھے جو دوسروں کو کھلا کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ہر سطح کے لوگوں کی آمد و رفت آپ کے یہاں رہتی تھی، بہت دردمند دل رکھتے تھے اور خلق خدا کے کام آتے تھے۔

حکیم محمد ایوب مرحوم، جن کی طبی حذاقت کا شہرہ تھا اور جن کے شفاخانے میں دور دراز سے مریض آتے تھے اور ایک میلے کا سماں ہوتا تھا، ان کے دو خصوصی معاونین تھے، ایک مولانا محمد عیسیٰ قاسمیؒ اور دوسرے جناب منشی محمد انور۔ مولانا مرحوم، حکیم صاحب کے سمدھی بھی تھے، ان کی دو بیٹیاں، حکیم صاحب کے صاحب زادوں سے بیاہی ہیں۔

قصبے کے اجتماعی کاموں سے بڑی دلچسپی لیتے تھے، عیدگاہ کی توسیع وتعمیر اور مختلف مساجد

کی توسیع وتجدید میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ سماجی اصلاحات کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔

مزاج بہت نفاست پسند تھا، صفائی ستھرائی کا بڑا خیال رکھتے تھے، تعمیرات کا اچھا ذوق تھا۔ ہمت، شجاعت اور اولوالعزمی کا پیکر تھے، سخت حالات کا مقابلہ کرنے کا ہنر رکھتے تھے۔ ایمرجنسی کے دوران جب جماعت اسلامی کے لوگوں کو گرفتار کیا گیا تو بلریا گنج سے حکیم محمد ایوبؒ کے علاوہ مولانا بھی اسیران بے گناہی میں شامل تھے اور ایک مدت تک سنت یوسفی ادا کی۔

مرحوم صبر و رضا کے پیکر تھے، ہر حال میں مسکراتے ہوئے ملتے تھے، دل کے مریض تھے، تقریباً دس سال قبل فالج کا حملہ ہوا اور اس کے بعد صاحب فراش ہوگئے، اتنی طویل مدت تک بیمار رہے، مگر جب بھی عیادت کے لیے گیا تو مسکراتے ہوئے ہی ملے اور زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں، مؤمن کی بیماری بھی اس کے لیے رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے، اتنی مدت تک جس نے دکھ جھیلا، یقیناً اللہ کے پاس اس کے درجات بلند ہوئے، موت بھی آئی تو ماہ رمضان میں جمعہ کے دن، یہ سب علامات قبولیت ہیں۔

اس موقع پر ان کے صاحبزادے طاہر بھائی اور تمام اہل خانہ کا تذکرہ بہت ضروری ہے کہ بیماری کے اتنے طویل عرصے میں ان لوگوں نے جس خندہ پیشانی سے خدمت کی اور ہر طرح کی قربانی دے کر مولانا کے آرام کا خیال رکھا، اس کی مثال آج کے دور میں بہت کم یاب ہے، لوگ دو چار مہینے میں گھبرا جاتے ہیں اور یہاں مسلسل دس سالہ خدمت، سلام ہے ایسے متعلقین کو، اللہ ان سب لوگوں کو اجر عظیم سے یقیناً نوازے گا۔

مرحوم پچھلے دس سال سے بستر پر تھے، اس سے قبل انہوں نے بہت فعال زندگی گزاری۔ گھر، مدرسہ، دواخانہ اور دیگر سماجی کام بغیر تھکے انجام دیتے تھے، اس کے علاوہ تحریکی مصروفیات، بڑے جیوٹ کے آدمی تھے، اولوالعزم تھے، صابر و شاکر تھے، غریب پرور تھے، علم دوست تھے، دل دردمند رکھتے تھے۔

خدا رحمت کرے، کیا خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، ان پر رحمتوں کی بارش برسائے، ان کی لغزشوں کو معاف کرے، ان کے درجات بلند کرے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل دے۔ آمین

شجرِ ثمر بار

ڈاکٹر صباح الدین اعظمی فلاحی
azmisabahuddin@gmail.com

جمعتہ المبارک پانچ رمضان کی صبح موبائل فون کی اسکرین روشن ہوئی، پیغام تھا: ''انتہائی محترم ہر دل عزیز مولانا محمد عیسیٰ قاسمی اب اس دنیائے فانی میں نہیں رہے''۔ إِنَّـا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعـونَ. عرصے سے صاحب فراش بندے کی روح کو سال کے سب سے مبارک مہینے کے سب سے مبارک دن کی مبارک ساعتوں میں اپنے رب کی طرف رجوع کا حکم ہوا۔

یا أیتھا النفس المطمئنة ارجعی إلی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

احترام کا تقاضا ہے کہ مرحوم کو مولانا لکھوں، لیکن مولانا لکھتا ہوں تو کچھ اجنبیت سی محسوس ہوتی ہے۔ اپنوں میں وہ ہمیشہ مولوی صاحب رہے۔ نام لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مولوی صاحب کہنا کافی ہوتا، سب سمجھ جاتے کون مقصود ہے۔ مولوی صاحب مبارک پور کے دیوبندی مکتبۂ فکر کے ایک مدرسے سے فارغ التحصیل تھے۔ غالبًا احیاء العلوم سے۔ بلریاگنج میں شاید سب سے پہلے سند یافتہ عالم دین تھے۔ اس لیے بڑا مقام حاصل ہوا۔ جمعہ کا خطبہ، عیدین کی نمازیں، خطبۂ نکاح، اجتماعی معاملات ہر جگہ مولوی صاحب پیش پیش ہوتے۔ ابتداء میں گاؤں کے مکتب میں تعلیم بھی دی پھر کچھ مدت کلکتہ وآسام میں رہے۔ وہاں سے واپس آئے تو نانا مرحوم ومغفور جناب حکیم محمد ایوب صاحبؒ کے دبستان سے وابستہ ہو گئے اور پھر پوری زندگی وہیں گزار دی۔ نانا کے مطب کے انتظام وانصرام میں ان کا اہم اور کلیدی کردار رہا۔

بلریاگنج کے شعوری، تعلیمی اور سماجی ارتقاء میں مولوی صاحب کی شخصیت کو مرکزی مقام حاصل رہے گا۔ شنید ہے کہ پچھلی صدی کی چھٹی دہائی میں اہلیان قریہ نے یہ طے کیا کہ گاؤں کے قدیم مکتب کو اعلیٰ تعلیم کا ادارہ بنایا جائے۔ دیہی روایت کے مطابق گاؤں میں سماجی مسائل اکثر پنچایت میں طے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ بھی پنچایت کے سامنے لایا گیا۔ محترم ڈاکٹر محمد خلیل علی گڑھ سے تازہ تازہ ڈگری لے کر آئے تھے۔ متاثر کن شخصیت کے حامل۔ ترویج تعلیم کی لگن۔ سرسید کے اسکول آف تھاٹ سے متاثر۔ ان کا وژن کہ مکتب کو جدید تعلیم کی بنیاد پر آگے بڑھایا جائے ساتھ میں دینی تعلیم بھی رہے۔ مولوی صاحب بھی ایک توانا اور موثر آواز، دیوبندی فکر کے پروردہ، مولانا قاسم نانوتوی کے مدرسہ کے خوشہ چیں، اس بات پر مصر کہ دینی تعلیم ہی نئے ادارے کی بنیاد رہے، البتہ روایتی درس نظامی مدرسوں سے ہٹ کر کچھ جدید علوم بھی داخل نصاب ہوں۔ اس سے پہلے کہ بات آگے بڑھتی اور یہ طے ہوتا کہ بلریا کا مدرسہ کس رخ جائے گا۔ درمیان میں' شہادت حق' آ گئی۔ نانا محترم جناب حکیم محمد ایوب صاحب جو تعلیم تو ندوہ سے لے کر آئے تھے اور اب فکر مودودی کے اسیر ہو چکے تھے اور گاؤں کی سب سے معتبر آواز بن چکے تھے۔ ان کی کوششوں سے تحریک اسلامی کی جڑیں نہ صرف بلریاگنج بلکہ پورے علاقے میں مضبوط ہو رہی تھیں۔ چنانچہ علی گڑھ اور دیوبند کے درمیان میں تحریک داخل ہو گئی۔ نتیجتاً جامعۃ الفلاح کا قیام عمل میں آیا۔ جامعہ کے قیام کے بعد ڈاکٹر اور مولوی صاحبان دونوں نے اپنے اپنے نظریے چھوڑ کر تحریک کو ہی نئے ادارے کا محور بنالیا۔

مولوی صاحب نئے مدرسے کے یکے از بانیان ٹھہرے۔ قیام سے پہلے اور قیام کے بعد بھی۔ ان کا کردار نہایت نمایاں رہا۔ کبھی جامعہ کے نائب ناظم رہے، کبھی ناظم، کبھی کوئی اور ذمہ دار، مجلس عاملہ کے ممبر، مجلس انتظامیہ کے تاحیات اساسی رکن رہے۔ مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ اور مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کے زیر سایہ جامعہ کی خدمت کی۔ مولانا جلیل احسن ندویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہ بھی کیا دن تھے جب بڑے بڑے مسائل ان بزرگوں کی ایک شفیق جھڑک سے حل ہو جاتے تھے۔ اطاعت امیر، امر جماعت، شورائیت، احترام اکابر جیسے عناصر کی جامعہ کی فیصلہ سازی میں کلیدی اہمیت تھی۔ اس اعتبار نے جامعہ کو ایک منفرد

مقام عطا کیا۔ یہ جامعہ کی تاریخ کے خوبصورت سنہری ایام تھے اور مولوی صاحب اس تاریخ کا اہم کردار۔

مولوی صاحب کے جامعہ سے تعلقات میں اتار چڑھاؤ بھی آئے۔ تعلقات میں نرمی گرمی بھی رہی، لیکن جامعہ سے ان کا تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ جامعہ کی ہر خدمت کی لیے ہمیشہ حاضر رہے۔ اختلاف کے باوجود میٹنگوں میں شرکت کرتے۔ اپنی آراء کا برملا اظہار کرتے۔ تا آں کہ خرابیِ صحت کی وجہ سے ممکن نہ رہا۔ ان کے گھر کے دروازے جامعہ کے طلبہ اور اساتذہ کے لیے ہمیشہ کھلے رہے۔ ان کا گھر گاؤں کے ان چند معروف گھروں میں سے ایک تھا جہاں جامعہ کے متعلقین بلا تکلف اپنا حق سمجھ کر کبھی بھی جا سکتے تھے۔

جامعہ کے قیام کے ابتدائی ایام میں اس کی تعمیر اور ترقی میں مولوی صاحب کا کیا کردار رہا۔ اس کا بیان ذرا مشکل ہے، لیکن شعبہ نسواں کے نئے کمپلکس کی تعمیر میں ان کے نمایاں کردار کے کئی گواہ ابھی موجود ہوں گے۔ گاؤں سے متصل زمین کی فراہمی ایک نہایت مشکل مرحلہ تھا، لیکن یہ مولوی صاحب کی فراست، معاملہ فہمی اور ان تھک لگن تھی کہ شعبۂ نسواں کی تعمیر کے لیے زمین کی فراہمی ممکن ہو سکی۔ شعبۂ نسواں کی تعمیر میں مولوی صاحب کا یہ کردار ان شاء اللہ ان کے لیے توشۂ آخرت ہوگا۔

مولوی صاحب اور نانا مرحوم کا نہایت احترام کا رشتہ رہا۔ کاروباری تعلق نصف صدی سے زیادہ طویل رہا۔ تحریکی تعلق کی اپنی نوعیت تھی۔ ایمرجنسی کے دوران جب تحریک اسلامی پر پابندی عائد کی گئی اور ارکان جماعت کو پابند سلاسل کیا گیا تو اس تاریخی موقعے پر نانا مرحوم کے ساتھ مولوی صاحب بھی ایک طویل مدت تک اعظم گڑھ جیل میں قید رہے۔ مولوی صاحب نانا مرحوم کا بے حد احترام کرتے۔ ان کے سامنے بہت کم بولتے اور کوشش کرتے کہ مجلسوں میں ذرا دور ہی بیٹھیں۔ تحریکی معاملات میں جب کبھی اختلافی مسائل سامنے آئے۔ خاص طور پر انتخابات میں شرکت وغیرہ کے تعلق سے اور ارکان میں دو آراء سامنے آئیں۔ مولوی صاحب فکری اعتبار سے ہمیشہ نانا مرحوم کے ساتھ نظر آئے۔

نانا مرحوم کے مطب میں ان کی ایک کلیدی حیثیت تھی۔ ان کی ذمہ داریوں میں ایک

ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ تحریکی لٹریچر کی فراہمی کا اہتمام کریں، تحریکی جرائد و رسائل کی آمد کا تسلسل قائم رہے۔ اشاعتی اداروں کو خطوط لکھنا، زرتعاون ارسال کرنا ان کے ذمہ رہتا۔ بڑوں کے لیے زندگی، ذکریٰ، الحسنات، خواتین کے لیے حجاب اور بتول، نو عمروں کے لیے نور، چھوٹے بچوں کے لیے ہلال اور جنت کا پھول، سب کی بروقت وصول یابی ان کے ذمے تھی۔ نانا مرحوم کی قیمتی لائبریری میں زیادہ تر کتابوں کی فراہمی مولوی صاحب ہی کے پبلک ریلیشنز کے نتیجے میں ممکن ہوئیں۔

مولوی صاحب پچھلے کئی سالوں سے صاحب فراش تھے۔ بات کرنے میں بھی دقت ہوتی تھی۔ دو سال قبل جب میں نے 'تذکرہ حکیم محمد ایوب' ترتیب دی تو ان کے فرزند طاہر بھیا نے بتایا کہ ابا کو کتاب کے بارے میں اطلاع دی گئی تو انھوں نے اس کے بارے میں جاننے کی خواہش کی اور اب باقاعدگی سے اسے پڑھوا کر سن رہے ہیں اور کافی دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگلے روز میں ملنے کے لیے حاضر ہوا۔ اسی کمرے میں جہاں نہ جانے کتنی مرتبہ دنیا جہان کے مسئلوں پر گرما گرم بحثیں نہ صرف سن چکا تھا بلکہ ان کا حصہ بھی رہ چکا تھا۔ مولوی صاحب بستر سے اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھوں میں چمک آ گئی۔ کچھ کہنا چاہ رہے تھے لیکن بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ مجھے وہ دن یاد آئے جب مولوی صاحب مولسری والی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتے تھے۔ ان کی پاٹ دار آواز اور مخصوص دیوبندی لہجے میں قرات کانوں میں تازہ تازہ محسوس ہوئی۔ میں نے طاہر بھیا کے چھوٹے بیٹے سعد سے پوچھا ''کیا کہہ رہے ہیں''؟ کہنے لگا میں بھی دادا کی پوری بات نہیں سمجھ پاتا، چھوٹی بہن سمجھتی ہے، اس سے کہتا ہوں وہ سن کر بتائے گی۔ میں کمرے سے باہر آ گیا سعد نے آ کر کہا'' دادا کہہ رہے ہیں کتاب جیسی چاہیے تھی ویسی ہی ہے''۔ میں کمرے میں واپس گیا الوداعی مصافحہ کیا اور آنکھیں ملائے بغیر واپس نکل گیا۔

ڈوبتے سورج کے جھٹپٹے میں باہر نگاہ پڑی تو شعبۂ نسواں کی عظیم الشان عمارتیں نظر آئیں۔ سامنے جامعہ کی مسجد کے دل آویز مینار آسمان کی وسعتوں میں جلوہ فگن تھے۔ دل نے تسلی دی مولوی صاحب خاموش تھے تو کیا ہوا ان کے عمل ان کی کوششوں کے شجر ثمر بار تو ہیں!

●◘●

غزل

ہوا کا زور بھی دیپ کی امامت بھی
رہے نظر میں ہتھیلی کی استقامت بھی

تھی منکشف اسی ساعت تری کرامت بھی
یہ اور بات وہ ساعت تھی اک قیامت بھی

مرید ہوتے ہیں جو میری کج کلاہی کے
وہی لٹاتے ہیں مجھ پر گلِ ملامت بھی

کچھ اُن کے چہرے بھی تزئین سے گریزاں ہیں
کچھ آئینوں نے گھٹالی ہے اپنی قامت بھی

تو دیکھتا تو گزر گاہِ معصیت سے پرے
وہیں کہیں پہ پڑی تھی رہِ ندامت بھی

ہو حسنِ خواب سے مملو اگر عبارت چشم
تو بار ہوتی نہیں رات کی ضخامت بھی

(ارشد جمال صارمؔ)

☆خوش خبری☆

انشاءاللہ جریدہ حیات نو کی اگلی خاص اشاعت (اگست ۲۰۱۹ء) کا عنوان:

'مدارسِ اسلامیہ کا نظامِ تربیت' ہوگا۔

فلاحی برادران کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ گزشتہ اکتالیس سالوں (۱۹۷۸-۲۰۱۹) میں حیات نو نے تصنیف، تحقیق، تعلیق اور تراجم وحواشی کے میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں۔ جریدہ حیات نو کے ذریعہ اب تک ذیل کے خصوصی شمارے شائع ہو چکے ہیں: ۱-مجدد سید مودودی نمبر (مدیر: عبیداللہ فہد) ۲-تحریک اسلامی کی شخصیات نمبر (مدیر: عبیداللہ فہد) ۳-مولانا سید حامد حسینؒ نمبر (مدیر: طارق فارقلیط) ۴- قائد تحریک اسلامی مولانا ابواللیث اصلاحیؒ نمبر (مدیر: محمد اسماعیل) ۵-چھٹا اجلاس نمبر (مدیر: انیس احمد) ۶-ساتواں اجلاس نمبر (مدیر: عبدالبر اثری) ۷- مولانا صدرالدین اصلاحیؒ۔ حیات وخدمات (مدیر: عبدالبر اثری) ۸-آٹھواں اجلاس نمبر (مدیر: ملک زبیر احمد) ۹- ہمارے اساتذہ (مدیر: انیس احمد مدنی) ۱۰-محسن انسانیت نمبر (مدیر: ابوالاعلیٰ سید سبحانی)۔

''**مدراسِ اسلامیہ کا نظامِ تربیت**'' انشاءاللہ ''**غیر نصابی**'' سرگرمیوں کا احاطہ کرے گا۔تمام فارغین کے لئے حیات نو کے صفحات حاضر ہیں۔ذیل میں چندعناوین پیش کیے جاتے ہیں۔ان کے علاوہ پر بھی تحریریں ارسال کی جاسکتی ہیں۔

۱-فارغین مدارس کی غیر تدریسی خدمات، مشاہدو تجربات کی روشنی میں۔

۲-صحبت صالح: استاد اور طالب علم کا تعلق، طالب علم اور اتالیق کا تعلق، کلاس اور دارالاقامۃ کی زندگی، مطبخ اور کھیل کا میدان۔

۳-لائبریری کلچر کا فروغ، ریڈنگ ہال، کاؤنسلنگ، گروپ ڈسکشن۔

۴- کیمپس میں اسپورٹس پروگرام،قومی رصوبائی رضلعی پروگرام میں شرکت کے مواقع اورکوچ کا انتظام۔

۵- جمعیۃ الطلبہ کی فنڈنگ، ہندی، اردو، انگریزی اورعربی زبانوں میں تقریری اور تحریری مسابقوں کی حوصلہ افزائی، بین المدارس مسابقے، رابطے اور تعلیمی زیارات و اسفار۔

۶- ورک شاپس کا انعقاد اور ان میں عملی مظاہرے مثلا خطبات جمعہ وعیدین ، قرآت وتجوید، خطبہ نکاح ،کسوف وخسوف اور صلاۃ خوف کی مشقیں۔

۷- برج کورسز اورفاصلاتی نظام تعلیم کے تجربات (علی گڑھ اور حیدرآباد کے تجربات کی روشنی میں)۔

۸-تصنیف ،تحقیق ،تحشیہ نگاری اور ترجمہ وترجمانی ۔اذان وامامت کے فرائض۔

۹- دروس قرآن وحدیث، خطبہ جمعہ وعیدین،علمی خطابات اور دعوتی ملاقاتیں۔

۱۰- دینی جماعتوں کے اکابرین ، دفاتر اور NGO کے ساتھ طلبہ وطالبات کا تعامل ۔

۱۱-حکومتی اسکیموں اور وظائف سے استفادہ کی شکلیں۔

رابطہ

Email: jareedahayatenau@gmail.com

Mob: +91-9927206518

تعارف وتبصرہ

کتاب: **صلح حدیبیہ کی عصری معنویت**

مصنف: مولانا محمد علاء الدین ندوی

صفحات: ۲۱۴، قیمت: درج نہیں ہے۔ سنہ اشاعت: ۲۰۱۶ء

ناشر: مجلس علم وعرفان، لکھنؤ

تبصرہ: **عبدالحیّ اثری**

(دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک تاریخ ساز اور انقلابی واقعہ صلح حدیبیہ ہے۔ یہ صلح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو کے درمیان ذی قعدہ ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر ہوئی تھی۔ اس کی دفعات اس طرح تھیں: (۱) دس سال تک جنگ روک دی جائے گی، اس دوران لوگ امن سے رہیں گے۔ (۲) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ عمرہ کے لیے آئیں گے۔ اہلِ مکہ تین دن ان کے لیے مکہ کو خالی کر دیں گے۔ تلواریں میان میں رہیں گی، اس کے علاوہ کوئی ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے۔ (۳) جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ چاہے اس معاہدے میں شامل ہوسکتا ہے۔ (۴) قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپؐ اسے واپس کر دیں گے، لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی قریش کے یہاں چلا جائے تو وہ اس کو آپؐ کے حوالے نہیں کریں گے۔ (۵) نہ خفیہ طور سے کسی دوسرے کی مدد کی جائے گی نہ اعلانیہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جائے گی۔ اس صلح نامے پر مسلمانوں میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عبداللہ بن سہل بن عمروؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت محمود بن مسلمہؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور قریش کی طرف سے مکرز بن حفص، حویطب

بن عبدالعزی نے بطور گواہان اپنے دستخط کیے۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کو 'فتح مبین' سے تعبیر کیا، کیوں کہ اس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ اس صلح کے نتیجے میں اسلام کی دینی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی کام یابیوں کی راہیں ہموار ہوئیں۔ اسلامی حکومت پہلے سے زیادہ وسیع، منظّم اور مستحکم ہوئی اور اشاعت اسلام کا کام تیز رفتاری سے ہوا۔ دعوت اسلامی کو فروغ حاصل ہوا اور کچھ ایسی سعید روحیں بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں جنھوں نے بعد میں اسلام کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں صلح حدیبیہ کا پس منظر واضح کیا گیا ہے، تاکہ قارئین دونوں طرف کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ باب دوم میں صلح حدیبیہ کے واقعات کا بیانیہ ہے۔ باب سوم میں اس صلح کے مضمرات، نتائج اور معنویت پر حکیمانہ اور بصیرت افروز گفتگو کی گئی ہے۔ باب چہارم میں حق و باطل کے درمیان سمجھوتے پر بحث کی گئی ہے کہ کیا میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ سے دعوت اسلامی کو فروغ حاصل ہوتا ہے یا یہ صلح کل کی پالیسی ہے؟ باب پنجم 'معاہداتِ رسول اور معاصر مسلم اقلیت' تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ بقول مصنف ''یہ باب صلح حدیبیہ کی ظاہری اور معنوی روح کا عطر مجموعہ اور کتاب کی جان ہے۔''

عرض مصنف کے تحت جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ بھی لائق مطالعہ ہے۔ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ''دین اسلام میں اصل اور پسندیدہ صورت حال تو صلح و امن ہے اور غیر مسلموں کے ساتھ خوش گوار تعلقات کی ہے، لیکن حالات کبھی ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں کہ جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔''

حیات طیبہ کا ہر واقعہ اپنے اندر ایک پیغام رکھتا ہے اور ان سے ہمیں کچھ دروس و نصائح حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر دشمنان اسلام صلح کی طرف مائل ہوتے ہیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر توکل اختیار کرو۔'' یعنی اگر جنگ کے زمانے میں مخالف صلح پر آمادہ ہو تو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے صلح کر لینا چاہیے، کیوں کہ یہ اسلام کی آئیڈیل صورت حال ہے۔ واضح رہے کہ یہ بات جنگ کے موقع پر کی گئی ہے، مگر ہمارے زمانے کے بعض محققین کا کہنا ہے کہ ہمیں ہر حال میں صلح کل کی پالیسی پر عمل کرنا

چاہے۔ وہ مصالحت سے آگے بڑھ کر مداہنت اور رواداری کا سبق دیتے ہیں۔ سیرت رسولؐ میں صلح حدیبیہ، میثاق مدینہ اور دوسرے معاہدات میں اسلام کے بنیادی عقیدے کو کہیں ذرہ برابر مجروح نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ آج کچھ لوگ اسلام اور جاہلیت کا ایک معجون مرکب تیار کرنا اور اسلامی نظام زندگی کو جمہوریت اور سیکولرازم کی چھتر چھایا میں غالب ونافذ کرنا چاہتے ہیں۔ لائق مصنف کی یہ رائے بالکل حق ہے کہ ''اگر غلطی سے ہم نے اپنے قصرِ ایمان کی دیواروں کو شکستہ اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے تو پلٹ کر اصلاح ومرمت کی فکر ہونی چاہیے۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ ہم اپنے گھر کو چھوڑ کر دوسروں کے گھروں میں پناہ لینے کو کام یابی سمجھیں۔ اسلام تو ہماری تقدیر ہمارے اختیار میں دینا چاہتا ہے اور ہم ہیں کہ غیر اسلامی نظام زندگی کے ہاتھوں کھلونا بن جانے پر راضی ہیں۔'' (ص:۳۲)

یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ کوشش ہے۔ لائق مصنف سے امید کی جانی چاہیے کہ وہ اسی طرح سیرت رسولؐ کے کچھ اور گوشوں کو بھی اپنی تحقیق کا موضوع بنائیں گے۔

☆☆☆

کتاب: **عورت کا مقام۔ اسلام کی نظر میں**

مصنف: علامہ یوسف القرضاوی، مترجم: عبدالحلیم فلاحی

صفحات: ۱۳۶، قیمت: ۷۰/روپے صرف، سنہ اشاعت: ۲۰۱۶ء

ناشر: مدھر سندیش سنگم دہلی

تبصرہ: **محمد اسعد فلاحی**

(معاون مدیر حیاتِ نو)

مخالفین اسلام کی جانب سے اسلام پر جو اعتراضات کیے جاتے رہے ہیں اور آج بھی کیے جارہے ہیں، ان میں سے ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو تمام طرح کی آزادیوں (آزادئ اظہار رائے، آزادئ معاش، آزادئ رہن سہن) اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے گھر کی چہار دیواری میں قید کر دیا ہے۔ مسلم علماء نے ہر دور میں ان اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی موجود دور کی عظیم شخصیات میں سے

ہیں۔عصری مسائل وموضوعات پر ان کی تصانیف عالمی سطح پر مقبول ہیں اور بہت سی زبانوں میں ان کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔

پیش نظر کتاب ان کی تصنیف ’’مرکز المرأۃ فی حیاۃ الاسلام‘‘ کا اردو ترجمہ ہے۔اس کتاب میں اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ کو،عورت بحیثیت انسان،عورت بحیثیت ماں،عورت بحیثیت بیٹی،عورت بحیثیت بیوی،عورت بحیثیت نسوانی وجود،عورت کی شہادت،عورت کا حق وراثت جیسے موضوعات کے تحت بہت مربوط شکل میں قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

علامہ قرضاوی نے جہاں ایک طرف مخالفین اسلام کے اعتراضات بیان کرکے ان کے جوابات دیے ہیں، وہیں دوسری طرف اس حقیقت کا بھی اعتراف کیاہے کہ اسلام نے عورت کو جوحقوق عطا کیے ہیں،مسلمانوں نے اسے ان سے محروم کررکھا ہے۔چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ’’ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مختلف ادوار میں بعض مسلمانوں نے عورتوں پر بے جا ظلم ڈھایا ہے اورانہیں ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا ہے۔انہیں نہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) حاصل کرنے دیا اورنہ انہیں دنیوی امور میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع فراہم کیا۔انہیں عبادت اورتعلیم کے لیے مسجدوں میں جانے سے روک دیا،جس کی اجازت شریعت نے باقاعدہ طور پر دی ہے۔انہوں نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اس شخص سے شادی کرے جسے وہ ناپسند کرتی ہواوراس کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ ساری عمر گھر میں محبوس ہوکر رہے۔لیکن یہ سب کچھ صحیح دینی شعور کے فقدان کے نتیجے میں تھا۔‘‘ (مقدمہ ص:۴۱)

اپنے موضوع پر یقیناً یہ ایک بہترین تصنیف ہے۔اس کا رواں اورشستہ ترجمہ مولانا عبدالحلیم فلاحی نے کیا ہے، جواس سے پہلے عالم عرب کے تحریکی اصحاب قلم کی متعدد کتابوں کا ترجمہ کرچکے ہیں۔انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ اس کتاب کا ہندی اور انگریزی میں بھی ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

امید ہے، دینی وتحریکی حلقوں میں اس کتاب کوقبول عام حاصل ہوگا اور یہ مسلمان عورت کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کودور کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ ●●

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی، استاذ جامعۃ الفلاح
موبائل: 8565954119

جامعہ میں ایس آئی او کا رنگا رنگ پروگرام

۷/مارچ ۲۰۱۹ء میں ایس آئی او جامعۃ الفلاح یونٹ کی جانب سے بعد نماز مغرب مولانا مودودی منزل کے پارک کے سامنے رنگا رنگ پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز جمیل اختر ہاشمی (عربی سوم) کی تلاوت قرآن سے ہوا۔افتتاحی کلمات برادر محمد اشہد (فضیلت سال دوم) نے پیش کیے۔اس کے بعد چار زبانوں میں تقاریر پیش کی گئیں۔ اسامہ فیضان (عربی دوم)،مجتبیٰ اللہ (عربی دوم)،ہاشم شیروانی (عربی دوم) اور شفیق الرحمٰن (عربی اول) نے بالترتیب عربی ،اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں تقریر پیش کیں۔

تقاریر کے بعد ایکشن ترانہ' خطاب جوانان اسلام' کے عنوان سے پیش کیا گیا۔آخر میں ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی نے صدارتی خطاب فرمایا۔انھوں نے کہا کہ بڑے خواب دیکھیے ،اپنے عزائم اور مقاصد بلند رکھیے،محض خداداد صلاحیت سے کوئی انسان بڑا نہیں بنتا۔ایک فیصد خداداد صلاحیت اور ۹۹/فیصد محنت ہوتی ہے،تب انسان انسان بنتا ہے۔

پروگرام کی نظامت کے فرائض برادر اسعد آفتاب (عربی سوم) نے انجام دیے۔ پروگرام کے دوسرے سیشن کا آغاز بعد نماز عشاء ہوا،جس میں مختلف طرح کے ڈرامے پیش کیے گئے اور سیاسی قوالی پیش کی گئی ۔اس پروگرام میں ناظم جامعہ کے علاوہ،نگران اعلیٰ جناب مولانا اظہار احمد مدنی، نائب نگران اعلیٰ مولانا عرفان احمد فلاحی صاحب، مولانا شبیر احمد فلاحی (رکن شوریٰ جامعۃ الفلاح) کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام اور طلبہ نے شرکت کی۔

محاضرہ بعنوان: امتحان کی تیاری کیسے کریں؟

۱۲/مارچ ۲۰۱۹ء بر کو ابواللیث ہال میں جناب مولانا محمد طاہر مدنی کا ایک محاضرہ بعنوان 'امتحان کی تیاری کیسے کریں' منعقد ہوا۔ مولانا نے اپنے محاضرہ میں فرمایا کہ طلبہ امتحان کو بوجھ نہ سمجھیں، سو فیصد کلاس میں حاضر ہوں۔ سال بھر تیاری کریں تو امتحان کے موقع پر آپ مطمئن رہیں گے۔ اسی طرح طلبہ کو صرف اہم چیزیں حفظ کرنی چاہئیں اور ذہن میں نقش کرنا چاہیے۔ امتحان کی تیاری کے لیے مناسب اور موزوں وقت فجر کی نماز سے پہلے اور بعد کا ہے اور اس وقت تمام باتیں خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔

امتحان کے اوقات میں کھانے پینے اور اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ اچھا ذہن اچھے جسم میں ہی پروان چڑھتا ہے۔ اور ہر وقت ربی زدنی علما کا ورد کرنا چاہیے۔ امتحان ہال میں سوال کے حساب سے وقت کی تقسیم کریں۔ ایسا نہ ہو کہ پورا وقت ختم ہو جائے اور پرچہ حل نہ ہو سکے۔ امتحان کا وقت ختم ہونے سے دس منٹ پہلے پرچہ حل کر لیں اور کاپی پر نظر ثانی کر لیں۔ کیوں کہ بعض اوقات بڑی اہم باتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے کچھ واقعات بھی سنائے، اخیر میں طلبہ کے سوالات کے مولانا نے تشفی بخش جوابات دیے۔

نظامت کے فرائض نائب صدر مدرس جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب نے انجام دیے۔

امتحان کی تیاری کیسے کریں؟

۱۳/مارچ ۲۰۱۹ء کو ابواللیث ہال میں جناب مولانا اقبال احمد اصلاحی ندوی نے 'امتحان کی تیاری کیسے کی جائے؟' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ امتحان کی تیاری سال کے شروع سے ہی کی جائے۔ اس کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ قوت ارادی بھی ضروری ہے۔ ماہرین کے نزدیک ایک طالب علم کو سولہ گھنٹے پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ پورے سال کا منصوبہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر مضمون کا

نوٹ بنانا بھی ضروری ہے اپنی دل چسپی کے لحاظ سے اس مضمون میں خاص محنت کرنی چاہیے۔زبان بولنے اور لکھنے کی مشق کرنی چاہیے۔اسی طرح امتحانی سوالات کی کچھ اہم اصطلاحات ہوتی ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔پورے سال محنت کرنی چاہئے ۔سال کے شروع سے ہر سبق کے نوٹ بنائیں تاکہ امتحان میں ضخیم کتاب کے بجائے صرف نوٹ پڑھیں ۔جو طالب علم پوری محنت کرتا ہے اس کو امتحان کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے تاکہ وہ اپنی تیاری اور صلاحیت کا مظاہرہ امتحان میں کرے۔امتحان شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے آپ پڑھنا چھوڑ دیں تاکہ ذہن تازہ رہے۔امتحان ہال میں صبر وسکون سے جائیں ۔پہلے پرچہ پڑھیں اور **الاسهل فالاسهل** پر عمل پیرا ہوں ۔اور جواب کو خوب سجا کر لکھنا چاہیے،تحریر صاف ستھری ہو، ہیڈنگ اور حاشیہ کا خیال رکھیے۔زبان کی غلطیوں اور تذکیر وتانیث کی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور سوالات حل کرنے کے بعد اعادہ کر لیجیے۔اس سے بہت سی غلطیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

دنیا کے امتحان کی تیاری میں ہمیں بہت محنت کرنی پڑتی ہے تو آخرت کی تیاری کے لیے ہمیں کس محنت کی ضرورت ہے؟ اللہ ہمیں دنیا و آخرت دونوں امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

ناظم جامعہ کا اہم خطاب

۲۳؍مارچ ۲۰۱۹ء کو جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی کی تذکیر ہوئی۔ناظم جامعہ نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پوری کائنات کا ایک نظام ہے اور اگر اس نظام کی خلاف ورزی ہو جائے تو اس سے پوری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔اس نظام کی پابندی کرنے میں ہر ایک کے لیے آرام وسکون ہے۔ٹھیک یہی حال جامعہ کا ہے۔اس کا ایک نظام ہے اگر اس نظام کی خلاف ورزی کی جائے گی تو نظام درہم برہم ہو جائے گا اور یہ نظام صرف اور صرف آپ لوگوں کے فائدے کے لیے بنایا جاتا ہے۔آپ اس نظام کی پابندی کریں۔جامعہ کے نظم وضبط کو توڑنے سے باز آجایئے۔اساتذہ آپ کو سمجھاتے ہیں لیکن یہ سب باتیں سن کر ان سنی کر دیتے ہیں؟

یاد رکھیے کہ سب سے بڑی سزا آپ کی یہ ہے کہ اساتذہ کرام آپ لوگوں سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیا اس سے بڑی سزا بھی کوئی ہوسکتی ہے؟ آپ لوگ جامعہ کے نظام کی پابندی کریں یہی پابندی اور نظم وضبط بعد میں آپ کو فائدہ پہونچائے گا اور اس جملہ کو ہمیشہ یاد رکھیے، **فی اتباع النظام راحة للجميع۔**

فضیلت کے طلبہ کی الوداعی نشست

فضیلت کے طلبہ کی ایک الوداعی نشست ۱۷/اپریل ۲۰۱۹ء کو ابواللیث ہال میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز قاری اقبال احمد اصلاحی ندوی صاحب کی تلاوت قرآن سے ہوا۔اس کے بعد فضیلت کے تمام طلبہ نے اپنا تعارف کرایا اور اپنے عزائم وارادے کو بیان کیا۔

اس کے بعد گزشتہ سال پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا، جس کی تفصیلات درج ذیل ہے:

۱۔احسان الحق	فضیلت سال دوم	اول پوزیشن
۲۔محمد ابومعاذ صالح		دوم
۳۔محمد امجد		سوم

تقسیم انعامات کے بعد چار نمائندہ طلبہ نے اپنے تاثرات پیش کیے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔احسان الحق ۲۔محمد ابومعاذ صالح ۳۔محمد ندیم اللہ ۴۔عبداللہ امین

مولانا محمد عمران فلاحی نے فرمایا کہ طلبہ نے اپنے تاثرات بہت ہی اچھے انداز میں پیش کیے ہیں اس پر مجھے بڑی خوشی ہے۔آپ لوگوں نے جو کچھ یہاں سے حاصل کیا ہے اس کو باقی رکھیے گا اور اس پر ہمیشہ عمل کرتے رہیے۔ چند ٹکوں کے چکر میں کبھی بھی ایمان اور اسلام کا سودا مت کرنا، استاذ، نگراں اور باپ کبھی دشمن نہیں ہو سکتے۔ اگر اساتذہ اور نگراں نے کبھی سختی کی ہو تو اسے دشمنی پر محمول نہ کرنا اور ہمیشہ اپنے اساتذہ نگراں اور جامعہ سے تعلق برقرار رکھنا۔ جامعہ سے فراغت کے بعد آپ کبھی کہیں کسی سے مرعوب نہ ہوں۔ اپنی اسلامی شناخت ہمیشہ باقی رکھیں اور قرآن وسنت کا مطالعہ ہمیشہ جاری رکھیں۔

مہتمم تعلیم و تربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ جامعہ کی تاریخ میں فضیلت سے اتنی بڑی تعداد میں پہلی بار فارغ ہوئے ہیں۔ جو بچے آج کم زور ہیں لیکن یہی بچے کل معیار کے لحاظ سے بلند ہو جائیں گے اس لیے اعلیٰ ذہن کے بچے اور کم ذہن کے بچوں کا یہ معیار ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، بلکہ یہ دنیا ہے جو کوشش کرتا رہے گا وہ آگے بڑھ جائے گا اور جو کوشش کرنا چھوڑ دے گا، وہ پیچھے رہ جائے گا۔ اس لیے محنت مسلسل جاری رکھیے۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ میں ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہوں کہ ''حـدد الهـدف''یعنی اپنا ایک گول متعین کرو۔ جب ہدف اور گول متعین ہوگا تو ہماری ساری سرگرمیاں اسی ہدف کے ارد گرد ہوں گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ دنیا کے کسی گوشے میں رہیں، لیکن کبھی اپنی مادر علمی کو مت بھولیے گا۔ کیوں کہ ماں کو کوئی نہیں بھولتا۔ اور قرآن کی اس آیت کو ہمیشہ یاد رکھیے گا'إِنَّ اللَّـهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (الذاریات: ۵۸)''اللہ تو خود ہی رزاق ہے، بڑی قوت والا اور زبردست''۔ دنیا ضرور کمائیے، لیکن اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے لیے۔

مولانا سلامت اللہ اصلاحی نے دعائیہ کلمات میں فرمایا کہ اسلام ہی اول اور آخر ہے۔ اسلام کے بغیر دنیا بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلام کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

نظامت کے فرائض نائب صدر مدرس جناب عبدالعظیم فلاحی صاحب نے انجام دیے۔

اس سال فضیلت سے فارغ ہونے والے طلبہ کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔عبدالقادر حسیب	۲۔محمد عدنان اختر
۳۔ابومعاذ صالح	۴۔محمد امجد انور
۵۔محمد آصف واعظ انصاری	٦۔رضوان عالم عطاء الرحمٰن
۷۔عبداللہ امین خان	۸۔عابد خالد
۹۔محمد کاشف کلیم	۱۰۔مستقیم صغیر

۱۱۔ کفایت رعایت خان	۱۲۔ انوار الصافی
۱۳۔ محمد قائم شفقت	۱۴۔ محمد فارس نوشاد
۱۵۔ تنویر احمد غلام حسن شیخ	۱۶۔ شاداب ابوالقاسم
۱۷۔ نعمان حیدر رحیم	۱۸۔ وقار احمد غلام
۱۹۔ بختوار احمد لون	۲۰۔ اشفاق حسین غلام رسول
۲۱۔ احسان الحق سعید	۲۲۔ محمد ناصر افضل
۲۳۔ حامد حسین رفیق	۲۴۔ منور محمد رفیع الدین
۲۵۔ محمد ثاقب احسن	۲۶۔ محمد اسعد سفیان
۲۷۔ محمد ہاشم مطیع	۲۸۔ عاطف سہیل حنان
۲۹۔ محمد ذیشان علی	۳۰۔ مجاہد الاسلام بسنت سنگھ
۳۱۔ زاہد علی ارشاد	۳۲۔ عمر فاروق خاکی
۳۳۔ سلمان خان قدیر	۳۴۔ کلیم احمد رئیس
۳۵۔ اسامہ اقبال	۳۶۔ محمد اشرف ساجد
۳۷۔ محمد عازم حسام الدین	۳۸۔ فیضان احمد صغیر
۳۹۔ ابوحذیفہ شفیق	۴۰۔ محمد اشہد عبدالماجد
۴۱۔ محمد حارث ممتاز	۴۲۔ عمار خلیق خان
۴۳۔ محمد ندیم اللہ احسان	

اسی طرح کلیۃ البنات میں بھی اس سال فضیلت سے فارغ ہونے والی طالبات کے لیے الوداعی نشست کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا امانت اللہ اصلاحیؒ کی وفات پر تعزیتی کلمات

۲۴؍ مارچ ۲۰۱۹ء کو ابواللیث ہال میں ایک تعزیتی نشست استاذ جامعہ مولانا سلامت اللہ اصلاحی کے بڑے بھائی اور معروف مفسر قرآن مولانا امانت اللہ اصلاحیؒ کے سلسلے میں منعقد ہوئی۔

مہتمم تعلیم و تربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب نے مولانا امانت اللہ اصلاحیؒ کے ابتدائی حالات اور ان کی تعلیم و تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مولانا امانت اللہ اصلاحی مرحوم ایک بڑے عالم دین تھے، قرآن کا علم بہت ہی گہرا تھا۔ زبردست حافظ قرآن اور مفسر قرآن تھے۔ نائجیریا اور دیگر مقامات پر درو و تدریس اور دعوت سے وابستہ رہے۔ حیات نو میں مسلسل ان کے افادات قرآن پر تراجم قرآن کے نام سے مضامین آرہے ہیں۔ مولانا نے تفسیر میں متقدمین کے علاوہ متاخرین سے بھی اختلاف کیا ہے جن میں علامہ فراہی، تھانویؒ، مودودیؒ، امین احسن اصلاحیؒ، امام احمد رضا خاں کے علاوہ دوسرے مفسرین شامل ہیں، لیکن یہ تنقیدیں دائرہ ادب میں رہتے ہوئے علمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم دین کو اٹھالیا لیکن ان کے نقوش اب اس دنیا میں باقی ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

فیملی کونسلنگ

۱۰/مارچ ۲۰۱۹ء کو جناب محمد صدیق قریشی (سکریٹری ادارہ دعوت القرآن، ممبئی) کی آمد پر ابواللیث ہال میں ایک نشست مہتمم تعلیم و تربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں جملہ شعبہ جات کے اساتذہ کرام شریک ہوئے۔

قاری اقبال احمد اصلاحی ندوی کی تلاوت قرآن مع ترجمہ سے نشست کا آغاز ہوا۔ مہمان خصوصی جناب محمد صدیق قریشی کا تعارف ڈاکٹر علیم شیخ (جو جماعت اسلامی کی ڈاکٹرز ونگ سے وابستہ ہیں) نے کرایا۔

مہمان خصوصی جناب محمد صدیق قریشی نے فیملی کونسلنگ کے عنوان پر اساتذہ کرام کے سامنے اپنی مختصر باتیں رکھیں: میاں بیوی کے درمیان تعلقات کیسے برقرار رہیں؟ زوجین کے مسائل کو کیسے حل کریں؟ ہر ایک کی بات کو فرداً فرداً سننے کے بعد ان کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

مہتمم تعلیم و تربیت جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی نے کلمہ تشکر پیش کیے، نظامت کے

فرائض جناب مولانا عبدالرحمٰن ندوی نے انجام دیے۔

پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کوتقسیم انعامات

ادھر کئی برسوں سے جامعہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات دینے کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا، لیکن اس سال ناظم جامعہ نے تمام درجات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات سے سرفراز کرنے کا اعلان کیا۔

چنانچہ حسبِ اعلان تمام درجات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات سے نوازا گیا، جس میں نقد رقوم اور کتابیں شامل تھیں۔

جامعہ میں سالانہ امتحان اور رزلٹ

یکم اپریل ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ سے جامعہ میں سالانہ امتحان کا آغاز ہوا۔ ۱۸/اپریل ۲۰۱۹ء تک امتحانات جاری رہے۔ امتحان مکمل ہونے کے بعد طلبہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ سالانہ رزلٹ ۲۸/اپریل ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ کو آؤٹ کر دیا گیا ہے اور جامعہ کی ویب سائٹ (www.jamiatulfalah.com) پر رزلٹ دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ضمنی امتحان ۱۶-۱۷/جون ۲۰۱۹ء کو صرف دو دن ہی ہوگا۔ اور نئے تعلیمی سال ۱۹-۲۰۲۰ء کا آغاز ۱۵/جون ۲۰۱۹ء بروز شنبہ سے ہوگا۔ (انشاءاللہ)

سابق صدر انجمن ڈاکٹر ملک محمد فیصل فلاحی، امیر حلقہ یوپی مشرق مقرر

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کے سابق صدر و رکن مجلس شوریٰ جامعۃ الفلاح ڈاکٹر ملک محمد فیصل، جماعت اسلامی ہند اتر پردیش مشرق کے امیر مقرر کیے گئے ہیں۔

انجمن طلبۂ قدیم جناب ملک محمد فیصل فلاحی کے لیے نیک خواہشات وتمناؤں کا اظہار کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ انھیں استقامت عطا فرمائے اور ان کی قیادت میں تحریکِ اسلامی کو اتر پردیش مشرق میں مزید وسعت و طاقت وقبول عام فرمائے۔ آمین

انجمن طلبۂ قدیم بھساول یونٹ کی نشست

۵/مئی ۲۰۱۹ء کو بھساول (ملت مسجد، ملت نگر بھساول) میں انجمن طلبۂ قدیم بھساول یونٹ کی جانب سے ایک نشست کا انعقاد کیا گیا۔ نشست کا آغاز جناب شبیر حیدر فلاحی کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ ڈاکٹر محمد یونس فلاحی نے گزشتہ مرکزی مجلس شوریٰ میں زیر بحث آئے امور کی مختصر روداد پیش کی۔

قرب وجوار میں قیام پذیر فلاحی برادران سے ربط کرنے نیز حیات نو کی توسیع واشاعت کے لیے منصوبہ بندی کی گئی۔ اس کے لیے بھی تجاویز پیش کی گئی کہ انجمن ہاسٹل کے تعمیری فنڈ میں تعاون کیا جائے۔

اس نشست میں الطاف فلاحی اپنی مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ فیصل قریشی، سید عبدالرحیم قریشی فلاحی وغیرہ نے شرکت کی۔ اس نشست کا اختتام جناب شبیر حیدر فلاحی کی دعا پر ہوا۔

انجمن کی استقبالیہ نشست

۱۷/اپریل ۲۰۱۹ء کو ابواللیث ہال میں فارغ ہونے والے طلبہ کے لیے اس سال بھی استقبالیہ نشست کا انعقاد کیا گیا۔ ناظم جامعہ نے انجمن کا تعارف اور اس کی خدمات کا ذکر کیا اور آخر میں ظہرانہ کا اہتمام بھی کیا گیا۔ جس میں جامعہ کے اساتذہ کرام اور فضیلت سے فارغ ہونے والے طلبہ نے شرکت کی۔

انجمن ہاسٹل کی تعمیرمرحلہ بہ مرحلہ

FALAHI INFORMATION REGISTRATION FORM

Name (required) نام

Father's Name (required) ولدیت

Year of Passing Alimiyah (required) سنہ عالمیت

Year of Passing Fazeelah سنہ فضیلت

Address Correspondence عارضی پتہ

Street 1 مکان، گلی، محلہ

Street 2 پوسٹ

City شہر

State صوبہ

Country ملک

PIN/ZIP پن کوڈ

Permanent Address مستقل پتہ

Street 1 مکان، گلی، محلہ

Street 2 پوسٹ

City شہر

State صوبہ

Country ملک

PIN/ZIP Code پن کوڈ

Phone Number

Your Email (required)

Current Engagements

Achievements

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Anjuman Talaba-e-Qadeem Jamiatul Falah

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

Ref No. ....

Date ۱۱/مئی ۲۰۱۹ء..............

محترم فلاحی برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بخیر ہوں گے۔

ماہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ کی آمد پر ہم تہہ دل سے آپ تمام فلاحی برادران کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس ماہ کی مبارک ساعتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ ہمارے روزوں اور تمام طرح کی عبادتوں کو قبولیت بخشے۔ آمین۔

برادران محترم! آپ تمام کے علم میں یہ بات ہے کہ انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح شروع دن سے مادر علمی کی تعمیر وترقی کے لیے ہر طرح سے کوشاں رہی ہے۔ یہ تمام امور آپ حضرات کے تعاون سے ہی انجام پاتے ہیں۔ الحمد للہ ہماری یونٹیں مختلف امور کو بہ حسن وخوبی انجام دے رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ابھی بھی بہت سے امور تشنہ طلب ہیں۔ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے اجلاس شوریٰ منعقدہ ۳۰/۳۱/مارچ ۲۰۱۹ء میں تقریباً پندرہ لاکھ روپے کا بجٹ بنایا گیا ہے۔ انجمن امید کرتی ہے کہ مذکورہ بجٹ کے حصول میں آپ اپنا اہم کردار ادا کر کے مادر علمی سے اپنے تعلق کا اظہار کریں گے۔

بقیہ احوال لائق شکر ہیں۔ فلاحی احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام

ادہم علی فلاحی

خزانچی انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

Bilariyaganj, Azamgarh, U.P. 276121

atq.jamiatulfalah@gmail.com | www.atqjamiatulfalah.org

JARIDA HAYAT–E–NAU
May-2019

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. IV Issue-V

VISION 2026

Creating Partnership with the Needy

RAMADAN PROJECT APPEAL 2019

ACCOUNT DETAILS:

HUMAN WELFARE FOUNDATION

CURRENT A/C NO.	BANK
13020200052051	FEDERAL BANK
BRANCH	**IFSC**
NEHRU PLACE NEW DELHI - 19	FDRL0001302

(email us the detail of transaction with your postal address
At account@hwfindia.org or whatsapp +91 70428 92026)

A SMALL CONTRIBUTION FOR A IFTAR KIT 3000/-INR

Ingredients: Rice, Wheat, Flour, Oil, Salt, Pulses, Grain, Besan, Tea, Milk Powder, Dates Rooh Afza etc.

DONATE NOW

vision2026in

www.vision2026.org.in

HUMAN WELFARE FOUNDATION

HUMAN WELFARE FOUNDATION
E-89, 4th Floor, Hari Kothi Lane, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Ph: +91 11 29945999 | Mb: +91 70428 98312 / 70428 98307 | Email: pr@hwfindia.org